بسم اللہ الرحمن الرحیم
وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنهم فی الارض
تحریک خدام اہل سنت کا ترجمان
نظام خلافت راشدہ کا داعی
ماہنامہ
حق چار یار رضی اللہ عنہم
لاہور
رجسٹرڈ
زیر نگرانی
قائد اہل سنت، وکیل صحابہ، حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم
بانی و امیر تحریک خدام اہل سنت، پاکستان

# خدام اہلسنت کی دعاء

از حضرت مولینا قاضی مظہر حسین صاحب بانی تحریک خدام اہل سنت پاکستان

۲ محرم ۱۳۹۴ھ — ۲۶ فروری سن ۷۴ء

خدایا اہل سنت کو جہاں میں کامرانی دے — خلوص و محبت اور دیں کی حکمرانی دے

تیرے قرآن کی عظمت سے پھر سینوں کو گرمائیں — رسول اللہ کی سنت کا ہر سو نور پھیلائیں

وہ منوائیں نبیؐ کے چار یاروں کی صداقت کو — ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ کی خلافت کو

صحابہؓ اور اہل بیتؓ سب کی شان سمجھائیں — وہ ازواج نبیؐ پاک کی ہر شان منوائیں

حسنؓ کی اور حسینؓ کی پیروی بھی کر عطا ہم کو — تو اپنے اولیاء کی بھی محبت دے خدا ہم کو

صحابہؓ نے کیا تھا پرچم اسلام کو بالا — انہوں نے کر دیا تھا روم و ایراں کو تہ و بالا

تیری نصرت سے پھر ہم پرچم اسلام لہرائیں — کسی میداں میں بھی دشمنوں سے ہم نہ گھبرائیں

تیرے کُن کے اشارے سے ہو پاکستان کو حاصل — عروج و فتح و شوکت اور دیں کا غلبہ کامل

ہو آئینی تحفظ[1] ملک میں ختم نبوت کو — مٹا دیں ہم تیری نصرت سے انگریزی نبوت کو

تو سب خدام کو توفیق دے اپنی عبادت کی — رسول پاکؐ کی عظمت، محبت اور اطاعت کی

ہماری زندگی تیری رضا میں صرف ہو جائے — تیری راہ میں ہر اک سنی مسلماں فدا ہو جائے

تیری توفیق سے ہم اہل سنت کے رہیں خادم — ہمیشہ دین حق پر تیری رحمت سے رہیں قائم

نہیں مایوس تیری رحمتوں سے مظہر ناداں — تیری نصرت ہو دنیا میں قیامت میں تیری غفراں

---

[1] الحمد للہ تمام مسلمانوں کا یہ متفقہ مطالبہ منظور ہو چکا ہے اور آئین پاکستان میں قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کے دو نوں گروہوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
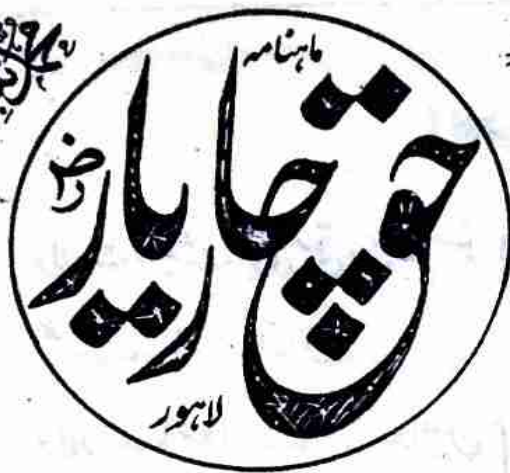
# تحریکِ خدّام اہلِ سُنّۃ والجماعۃ
# کا ترجمان
# نظامِ خلافتِ راشدہ کا داعی


جلد : ۲ شمارہ : ۳
بدل اشتراک : سالانہ ۵۰ روپے ، فی پرچہ : ۵ روپے


زیرِ سرپرستی

پیرِ طریقت، وکیلِ صحابہؓ

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ

بانی و امیر تحریک خدام اہل سُنّت پاکستان

فون : ۲۸۵۸ چکوال

مدیرِ مسئول

**حکیم حافظ محمد طیب**

فون ۴۱۶۱۰۷ لاہور

ربیع الاول ۱۴۱۰ھ
اکتوبر ۱۹۸۹ء

سالانہ بدلِ اشتراک برائے بیرن ممالک بذریعہ ہوائی ڈاک رجسٹرڈ

| ممالک | بدل اشتراک |
|---|---|
| ریاستہائے متحدہ امریکہ | ۲۳۰/- روپے |
| ہانگ کانگ، نائیجیریا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، برطانیہ، جنوبی افریقہ، ویسٹ انڈیز، برما، انڈیا، بنگلہ دیش، تھائی لینڈ | ۱۸۰/- روپے |
| سعودی عرب، عرب امارات، مسقط، بحرین، عراق، ایران، مصر، کویت | ۱۵۰/- روپے |

خط و کتابت کا پتہ

دفتر ماہنامہ "حق چار یارؓ" مدینہ بازار، ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور


ایڈیٹر و پبلشر حکیم حافظ محمد طیب نے مطبع افضل شریف پرنٹرز اردو بازار لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ حق چار یار ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور سے شائع کیا، فون : ۴۱۶۱۰۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# اِس شمارے میں



کتبہٗ خادم اہلسنت سید جنید اشرف لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اھدنا الصراط المستقیم

# ولادت و بعثت نبوی

ربیع الاوّل کا مہینہ وہ مُبارک مہینہ ہے جس کو خالقِ کائنات نے رحمۃ للعالمین خاتم النبیّین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ کے لیے منتخب فرمایا ہے۔ اس پہلو سے ربیع الاوّل کو ایک عظیم خصوصیت حاصل ہے۔ اس بات پر تو اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا دن دوشنبہ (سوموار) ہے اور یہی دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت، نزول وحی اور وفات کا بھی ہے لیکن تاریخ ولادت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوریؒ کے نزدیک صحیح تاریخِ ولادت ۹ ربیع الاوّل ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم موسمِ بہار میں دوشنبہ کے دن ۹ ربیع الاوّل سنہ عام الفیل مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء مطابق یکم جیٹھ سمت ۶۲۸ بکرمی کو مکہ معظمہ میں بعد از صبح صادق و قبل از طلوع نیّر عالم تاب پیدا ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والدین کے اکلوتے بچے تھے۔ والد بزرگوار کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے پہلے انتقال ہو گیا تھا" الخ (رحمۃ للعالمینؒ جلد اوّل)

کتاب کے حاشیہ میں قاضی سلیمان صاحبؒ لکھتے ہیں:

تاریخ ولادت میں مؤرخین نے اختلاف کیا ہے۔ طبری و ابن خلدون نے ۱۲ تاریخ اور ابوالفدا نے ۱۰ لکھی ہے مگر سب کا اتفاق ہے کہ دوشنبہ کا دن ۹ ربیع الاوّل کے سوا کسی اور تاریخ سے مطابقت نہیں کھاتا۔ اس لیے ۹ ربیع الاوّل ہی صحیح ہے۔ تاریخ دول العرب والاسلام میں محمد طلعت عرب نے بھی ۹ تاریخ ہی کو صحیح قرار دیا ہے۔

مشہور مورخ علّامہ شبلی نعمانیؒ (متوفی ۱۳۳۲ھ) لکھتے ہیں:

"تاریخ ولادت کے متعلق مصر کے مشہور ہئیت داں عالم محمود پاشا فلکی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں انہوں نے دلائلِ ریاضی سے ثابت کیا ہے کہ آپؐ کی ولادت ۹ ربیع الاوّل روز دوشنبہ مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء میں ہوئی تھی۔" (سیرت النبیؐ حصہ اوّل)

اور تاریخ ولادت کی طرح تاریخ وفات نبوی میں بھی اختلاف ہے۔ چنانچہ قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری لکھتے ہیں:

"وفات پُر آیات۔ چاشت دوشنبہ۔ ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ اور تدفین پیکرِ اطہر شب چہارشنبہ ۱۴ ربیع الاوّل۔ ۳۲ گھنٹے بعد از وفات" (رحمۃ للعالمین جلد دوم جدول واقعات عظیمہ متعلق سیرت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ ص ۳۶۷)

اور علامہ شبلی نعمانی تاریخوں اور دنوں کی مفصل چھان بین کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"وفات نبوی کی صحیح تاریخ ہمارے نزدیک یکم ربیع الاوّل ۱۱ھ ہے۔ اس حساب میں فقط رویت ہلال کا اعتبار کیا گیا ہے جس پر اسلامی قمری مہینوں کی بنیاد ہے۔ اصول فلکی سے ممکن ہے اس پر خدشات وارد ہو سکتے ہوں۔" (سیرت النبی جلد دوم ص ۱۷۳ مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۳۶۹ھ)

### اہل تشیع کے نزدیک تاریخ ولادت و وفات

اہل تشیع کے نزدیک ولادت نبوی کی تاریخ ۱۷ ربیع الاوّل ہے اور علامہ یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ نے اصول کافی کتاب الحجۃ باب مولد النبی میں تاریخ ولادت نبوی ۱۲ ربیع الاوّل لکھی ہے لیکن شیعہ علماء کے نزدیک انہوں نے بطور تقیہ ۱۲ ربیع الاوّل لکھی ہے ورنہ صحیح ۱۷ ربیع الاوّل ہے۔

چنانچہ مترجم اصول کافی شیعہ ادیب اعظم مولوی ظفر احسن امروہی اس روایت کے تحت لکھتے ہیں:

"علامہ کلینی کے اس بیان سے تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاوّل معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ شیعہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حضور ۱۷ ربیع الاوّل کو پیدا ہوئے لہذا علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ بلا سند لکھی گئی ہے یا بصورت تقیہ لکھا ہے ـــ تاریخ وفات (۱۲ ربیع الاوّل) کی روایت بھی ضعیف ہے اور بنا بر تقیہ لکھی گئی ہے۔ شیعہ علماء کا اتفاق اس پر ہے کہ تاریخ وفات ۲۸ صفر ہے۔" (شافی ترجمہ اصول کافی جلد اوّل ص ۵۴۴۔ ناشر شمیم بک ڈپو ناظم آباد ۲ کراچی ۱۸)

(۲) علامہ باقر مجلسی لکھتے ہیں:

"علمائے امامیہ کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ آپؐ کی ولادت باسعادت سترھویں ربیع الاول کو ہوئی اور دوسرے لوگ ۱۲ ربیع الاول جانتے ہیں اور انہی میں سے بعض آٹھ یا دس ربیع الاول کے قائل ہیں اور ان میں سے شاذونادر ماہ رمضان میں سمجھتے ہیں اور محمد بن یعقوب کلینیؒ نے کہا ہے کہ حضرت کی ولادت جب ہوئی تو ماہ ربیع الاول کی ۱۲ راتیں گزری تھیں۔ جمعہ کا دن اور زوال آفتاب کا وقت تھا — گویا کلینیؒ نے حضرت کے تعیّن میں تقیہ کیا اور غیروں کے درمیان شہرت کے موافق بیان فرمایا ہے۔" (حیات القلوب مترجم جلد دوم ص ۱۱۲)

اور علامہ باقر مجلسی نے اپنی کتاب "جلاء العیون" میں بھی یہی لکھا ہے۔ (ملاحظہ ہو جلاء العیون مترجم حصہ اول ص ۴۲۔ شیعہ جنرل بک ایجنسی اندرون موچی دروازہ لاہور)

(۳) اور شیعہ عالم مولوی نجم الحسن کراروی، سابق ناظم اعلیٰ شیعہ مجلس علمائے پاکستان (خطیب پشاور) نے لکھا ہے کہ:

"آپ کی تاریخ ولادت میں اختلاف ہے۔ بعض مسلمان ۲ بعض ۶ بعض ۹ اور بعض ۱۲ ربیع الاول بتاتے ہیں لیکن جمہور علمائے اہل تشیع اور بعض علمائے اہل تسنن ۱۷ ربیع الاول ۱ عام الفیل مطابق ۵۷۰ء کو ترجیح دیتے ہیں اور صحیح سمجھتے ہیں الخ"

**تبصرہ** ۱۷ ربیع الاول کے متعلق کسی اہل سنت کا قول ہمیں معلوم نہیں۔ علامہ مجلسی نے بھی جو اختلافی تاریخیں لکھی ہیں۔ ان میں بھی کسی اہل سنت کی طرف ۱۷ ربیع الاول کا قول منسوب نہیں کیا۔ خدا جانے کراروی صاحب نے یہ قول کہاں سے اخذ کیا ہے۔

(۴) مورخین کے اقوال سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ ولادت و وفات نبوی کی تاریخوں میں اختلاف پایا جاتا ہے اور اس قسم کے اختلاف کی گنجائش ہے کیونکہ دورِ رسالت میں کسی تاریخ کو ضبط نہیں کیا گیا تھا۔ لیکن شیعہ علماء جو اصول کافی کی مندرجہ ۱۲ ربیع الاول کی تاریخ کو علامہ محمد یعقوب کلینی کا تقیہ قرار دیتے ہیں۔ یہ انتہائی تعجب خیز ہے۔ کیا ان کو اس بات کا خوف تھا کہ اگر انہوں نے ۱۷ ربیع الاول کی تاریخ ولادت لکھی تو ان کی جان خطرے میں پڑ جائے گی۔ حالانکہ انہوں نے اصول کافی میں ائمہ اہل بیت سے تحریف قرآن

کی روایتیں بھی درج کی ہیں اور ائمہ کے ایسے فضائل درج کیے ہیں جو صحیح نہیں۔ تو اگر مسئلہ تحریف قرآن اور مسئلہ امامت میں انہوں نے تقیہ نہیں فرمایا تو ولادت نبوی کی تاریخ صحیح کے اظہار میں تقیہ کی کیا مجبوری پیش آگئی تھی علاوہ ازیں اسی اصول کافی میں یہ روایت لکھی ہے کہ:

"اور حضرت خدیجہؓ سے آپ نے جب شادی کی تو آپ کی عمر بیس سال چند ماہ تھی۔ (مشہور روایت پچیس سال ہے) اور بعثت سے قبل بطن جناب خدیجہ سے قاسم و رقیہ و زینب و ام کلثوم پیدا ہوئے۔ (یہ روایت بھی ضعیف ہے۔ یہ تینوں لڑکیاں حضرت کی پروردہ تھیں، ہالہ خواہر خدیجہ کے بطن سے تھیں۔ یہ روایت تقیۃً لکھی گئی) اور بعد بعثت بطن خدیجہ سے طیب و طاہر اور فاطمہؓ پیدا ہوئیں اور طیب و طاہر قبل بعثت پیدا ہوئے تھے الخ" (الشافی ترجمہ اصول کافی جلد اول صـ ۵۴۴)

یہاں بھی علامہ یعقوب کلینی نے حضرت خدیجہؓ کے بطن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیوں کا ذکر کیا ہے لیکن مترجم مولوی ظفر احسن امروہی یہاں بھی توسین میں لکھتے ہیں کہ یہ قول بھی تقیہ پر مبنی ہے۔ لاحول و لا قوۃ الا باللہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ شیعہ علماء کے نزدیک معمولی معمولی باتوں میں بھی تقیہ پر عمل کیا جاتا ہے نہ صرف جان کے خطرہ کے تحت۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ان کے نزدیک کسی حقیقت کے خلاف بات کہنے یا لکھنے کا نام تقیہ ہے۔ اگر یہی تقیہ ہے تو پھر شیعہ مذہب کی ہزارہا روایات جو امام محمد باقر، امام جعفر صادق وغیرہ ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب ہیں ان پر کیونکر اعتماد ہو سکتا ہے۔ اس تقیہ کی اہمیت ان کے نزدیک اتنی ہے کہ مترجم اصول کافی مولوی ظفر احسن مذکور کہتے ہیں کہ:

"ہمارا عقیدہ ہے کہ تقیہ ضروریاتِ دین سے ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تقیہ میرا اور میرے آباء کا دین ہے۔ اس کا حکم قرآن حکیم میں موجود ہے —— تقیہ کے معنی یہ ہیں کہ جب کلمۂ حق کے خلاف کہے بغیر جان نہ بچتی ہو تو کہہ دے —— تقیہ ہی وہ سپر ہے جس نے شیعوں کا وجود باقی رکھا ورنہ اپنے دشمنوں کے ہاتھوں یہ کب کے تباہ و برباد اور نیست و نابود ہو گئے ہوتے الخ۔ (عقائد الشیعہ صـ ۱۰۱)

لیکن اصول کافی میں ۱۲ ربیع الاول تاریخ ولادت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا لکھنے میں جناب یعقوب کلینی کو جان کا کیونکر خطرہ لاحق ہو گیا تھا اور یعقوب کلینی کی شخصیت اور ان

کی کتاب کافی کے متعلق شیعہ مجتہد مولوی محمد حسین ڈھکو لکھتے ہیں:

"کتب سیر و تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ طوائف اسلام کی نگاہ میں قابلِ وثوق و اعتماد اور لائق ہزار احترام و اکرام شخصیت کے مالک تھے اور ان کا قول و فعل سند سمجھا جاتا تھا۔ اس لیے وہ ثقۃ الاسلام کے جلیل لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔" (مقدمہ شافی ترجمہ اصول کافی ص۴)

اور یہی مجتہد کتاب الکافی کے متعلق لکھتے ہیں۔

اصول کافی کتب اربعہ (کافی۔ من لایحضرہ الفقیہ۔ تہذیب الاحکام اور استبصار) میں سے پہلی اور سب سے افضل کتاب ہے۔ جس روز سے یہ لکھی گئی ہے اس روز سے آج تک برابر مرجع فقہاء و محدثین اور ملاذ علمائے عاملین اور روشنی چشم شیعہ بنی رہی ہے اور چند خصوصیات کی بنا پر دیگر کتب حدیث سے ممتاز مقام رکھتی ہے جن میں بعض خصوصیات یہ ہیں:

(۱) یہ کتاب حضرت صاحب الامر امام العصر والزمان عجل اللہ فرجہ (یعنی امام مہدی) کی غیبت صغریٰ اور نواب اربعہ کی موجودگی میں لکھی گئی ہے لہٰذا اگرچہ عند التحقیق اس کتاب کا امام العصر کی بارگاہ میں پیش ہونا اور آنجناب کا یہ فرمانا کہ الکافی کافٍ لشیعتنا پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچ سکا مگر اس کا آنجناب کے مخصوص وکلاء کی موجودگی میں لکھا جانا اور اس حقیقت کا مسلم ہونا کہ یہ کتاب تمام ملتِ جعفریہ کی دینی فلاح و بہبود اور ان کی رشد و ہدایت کے لیے لکھی جا رہی ہے جو زمانۂ غیبت میں ان کی توجہ کا مرکز بنے گی مگر باوجود اس کی رد میں ناحیہ مقدسہ سے کسی توقیع مبارک کا صادر ہونا اور نہ وکلاءِ امام کا روکنا ٹوکنا۔ اس سے کم از کم ان کی رضائے سکوتی تو ضرور ہو جاتی ہے اور یہی امر اس کتاب کی وثاقت و جلالت کی قطعی دلیل ہے الخ (ایضاً مقدمہ شافی ص۴)

مولوی محمد حسین ڈھکو مجتہد نے اتنا تو مان لیا کہ کتاب اصول کافی کے متعلق امام مہدی کا کچھ نہ کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ اس کتاب سے راضی اور مطمئن تھے۔ ورنہ سفیروں کے ذریعہ آپ اس کی تردید فرما دیتے۔ یہ چار سفیروں میں جن کے ذریعہ امام مہدی اپنی غار سے شیعوں کو اپنے احکام پہنچاتے رہتے تھے لیکن ہمارے پاس مطبع نولکشور لکھنؤ کا مطبوعہ نسخہ اصول کافی کا جو موجود ہے اور جو ۱۳۰۲ھ میں چھپا ہے۔ اس کے ٹائٹل پر امام مہدی کا یہ ارشاد لکھا ہوا ہے کہ: **ھذا کافٍ لشیعتنا** (یعنی یہ کتاب ہمارے شیعوں کے لیے کافی ہے) یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ کتاب امام مہدی کے پیش خدمت کی گئی تھی اور یہ کتاب ان کی مصدقہ ہے۔ اور اگر کافی کی روایات کو تقیہ پر محمول کیا جائے تو پھر اس کتاب پر کیونکر

اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ اصول کافی کے متعلق مزید بحث ہماری کتاب "بشارت الدارین" میں ملاحظہ فرمائیں۔

**نسب نامہ مبارک** حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب نامہ کے متعلق قاضی محمد سلیمان صاحب منصورپوری لکھتے ہیں:

سیّدنا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصیٰ ہمارے نبی ہیں۔ دادا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد اور ماں نے خواب میں ایک فرشتے سے بشارت پاکر احمد رکھا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم (خلیل الرحمٰن و ابو الانبیاء) کی اولاد سے ہیں جو ہاجرہ بی بی کے بطن سے ہوئی۔ ہاجرہ بادشاہِ مصر "رقیوں" کی بیٹی تھی۔ خدا کے ہاں ان کا ایسا درجہ تھا کہ خدا کے فرشتے ان کے سامنے آیا کرتے اور خدا کے پیغام پہنچایا کرتے تھے الخ (بحوالہ کتاب پیدائش)

**جمال و کمال نبوی اور مقام محبوبیت** بخاری شریف کی حدیث ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ (باب حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم)۔ ۱۳۵۸ھ کے دورۂ حدیث کے دوران درس بخاری میں مندرجہ حدیث کے تحت شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رح نے یہ تقریر فرمائی تھی جو میں نے اس وقت قلمبند کر لی تھی:

"اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ والد و ولد کے علاوہ دوسروں سے بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت زیادہ ہونی چاہیئے۔ لیکن حضرت انس رض کی روایت میں والناس اجمعین بھی فرمایا گیا ہے اور والد و ولد کی تخصیص اس لیے کی گئی تھی کہ ان دونوں سے محبت طبعی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اس حدیث کو سنا تو عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ مجھ کو سب چیزوں سے زیادہ محبوب ہیں اِلَّا نَفْسِیْ۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تک اپنے نفس (یعنی ذات) سے بھی مجھ سے محبت زیادہ نہ ہوگی، ایمان کامل نہ ہوگا۔ اس کے بعد حضرت فاروق رض نے عرض کیا کہ اپنے نفس سے بھی آپ زیادہ محبوب ہیں۔

یہاں پر اشکال یہ پڑتا ہے کہ تکلیفات امور اختیاریہ میں ہوتی ہیں اور محبت اختیاری نہیں ہے۔ لہذا اس پر تکلیف کیسی۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مراد یہاں محبت سے محبت طبعیہ نہیں ہے جو عبارت ہے۔ میلان القلب الی شیٔ۔ (دل کا کسی چیز کی طرف میلان ہونا) بلکہ یہاں پر محبت

عقلیہ مراد ہے جس میں آدمی اپنا نفع نقصان سوچ لے۔ تو مراد یہ ہوگی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سب سے زیادہ کی جائے اور اطاعتِ رسول ؐ کو سب کی اطاعت پر مقدم سمجھے کیونکہ عقل سب سے زیادہ نافع چیز کو مقدّم سمجھتی ہے اور مریض کو دوا سے محبّت طبعی نہیں ہوتی بلکہ عقلی ہوتی ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں جتنا نفع ہے اتنا کسی کی اطاعت میں نفع نہیں ہے۔ تو محبت کنایہ ہے اطاعت و فرمانبرداری سے۔ جیسا کہ فرمایا **لایومن احدکم حتی یکون ھواہ تبعاً لما جئت بہ** (یعنی اس وقت تم میں سے کوئی آدمی کامل الایمان نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اپنی خواہش کو میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ کردے) اور دوسری جگہ فرمایا گیا ہے کہ مومن مثل الف جمل کے ہے جس کی ناک میں نکیل ہوتی ہے۔ مومن کو بھی بلا چون وچرا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع کرنی چاہیئے۔

(۲) اور ہوسکتا ہے کہ یہاں محبت ایمانی مُراد لی جائے یعنی ایمان کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو محبت پیدا ہوتی ہے وہ سب کے اُوپر غالب آجائے۔ اسی میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و اجلال ہوگی

(۳) مُراد یہاں پر محبت طبعی ہے۔ اس پر یہ اشکال پڑتا ہے کہ طبعی محبّت موقوف ہوتی ہے اطلاع پر۔ اگر ہم کسی شخص کو جانتے ہیں کہ ہمارا بھائی وغیرہ ہے تو طبیعت کا خود بخود میلان پیدا ہوتا ہے۔ شیر کو شیر جانو تو خوف پیدا ہوتا ہے اور اگر اس کو گدھا جانو تو خوف نہیں ہوگا۔

محبت طبعی کے اسباب عالم میں چار پائے جاتے ہیں۔ (۱) جمال (۲) کمال (۳) احسان (۴) قرب۔ جمال کی بنا پر محبت ہونا تو ظاہر اور کھلی ہوئی چیز ہے حتیٰ کہ حیوانات میں یہ چیز پائی جاتی ہے پروانے کو شمع پر اور بلبل کو گل پر جمال ہی کی بنا پر محبت ہے اور جمال دونوں قسم کا ہے۔ جمال جسمانی اور جمال روحانی اور کمال بھی سبب محبّت ہے

؎ کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی

اسی طرح احسان سبب محبّت بنتا ہے۔ کہا جاتا ہے **الانسان عبد الاحسان** (یعنی انسان احسان کی وجہ سے تابع ہوجاتا ہے) اور قرب جسمانی بھی سبب محبت ہے خواہ دونوں ایک دوسرے کے ٹکڑے ہوں یا دونوں کسی تیسرے کے ٹکڑے ہوں۔ قرب بھی دونوں قسم کا ہے جسمانی اور روحانی۔

باپ بیٹے اور بھائیوں کی محبت قربِ جسمانی کی بنا پر ہے اور مرید و مرشد کا تعلق قربِ روحانی کی بنا پر ہوتا ہے ۔ بہر حال یہ چاروں اسباب محبت ہیں۔ اگر کسی میں یہ چاروں اسباب پائے جائیں تو اس سے تو کامل درجے کی محبت ہوگی ۔ جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ ان چاروں کے اندر بعد خدا تعالےٰ کے سب سے بڑھا ہوا ہے ۔ آپ کا جمال جسمانی کامل و اکمل درجے کا تھا ۔ روایت آتی ہے ، حضرت جابر رضی اللہ عنہٗ کہتے ہیں کہ چاند سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک زیادہ روشن اور خوب صورت تھا ۔ نیز ایک صحابی فرماتے ہیں کانّ الشمس تجری فی وجھہ (گویا کہ سورج آپ کے چہرہ پر روشن ہے) ۔ ایک صحابی سے ایک شخص نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ کیسا تھا اکان وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل السیف قال لابل مثل القمر (کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مثل تلوار کے تھا تو انہوں نے فرمایا نہیں مثل چاند کے تھا) ۔ قاضی عیاضؒ نے شفاء میں ایک روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے کہ جب مجھ کو اندھیری رات میں سوئی میں تاگا ڈالنے کی ضرورت ہوتی تھی تو آپ کے چہرۂ انور کے پاس جاکر سوئی میں تاگا ڈال لیتی تھی (یعنی یہ جلوہ کبھی کبھی ہوتا تھا) باقی جمال روحانی بھی آپ میں اکمل درجے کا تھا اور کمال بھی سب سے زیادہ تھا اور احسان دنیوی یا دینی ہم پر بہت زیادہ ہے ۔ دنیوی احسان جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہے کہ عرب جہالت و فقر وغیرہ دیگر کمزوریوں میں پڑے ہوئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تاج و تخت کا مالک بنادیا اور آخرت کا احسان نجات من غضب اللہ اور من النار ہے ۔ اگرچہ اس کا مشاہدہ ہم نے نہیں کیا لیکن اس پر قرائن پائے جاتے ہیں اور قربِ جسمانی گو دور ہے لیکن قربِ روحانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے زیادہ ہے اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ ۔ اولیٰ سے مراد اقرب باعتبار روحانیت کے ہیں نیز فرمایا ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ۔ اس میں بتلایا گیا کہ رسول اللہ ہونے کی وجہ سے تمام امت کے لیے آپؐ کی ابوت روحانی ہے اور خاتم النبیین سے آپ کی ابوت روحانی ہے تمام انبیاء کے اعتبار سے ۔ نیز فرمایا گیا اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ یُعْطِی (میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالےٰ دینے والا ہے) یہاں قاسم کا مفعول بغرض تعمیم نہیں ذکر کیا گیا ۔ لہذا قاسم سے مراد قاسم کل کمال ہوگا ۔ صوفیائے کرام کہتے ہیں کہ حقیقت محمدیہ استفادہ کرتی ہے وجود و دیگر کمالات کا ذات

باری تعالیٰ سے اور باقی تمام مخلوق استفادہ کرتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حتی الوجود اور واسطہ درمیان خالق اور دوسری مخلوق کے حقیقت محمدیہ ہے اور یہی ان کے نزدیک عقل اوّل ہے۔ تو ان چاروں اسباب کا بطریق اکمل اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں تحقق ہے تو محبت طبعی بھی بہت زیادہ ہوگی لیکن جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ چاروں اسباب کاملہ ہماری آنکھوں سے اوجھل ہیں ہم میں محبت پیدا نہیں ہوتی لیکن جب ان امور کا ہم پر انکشاف ہو جاتا ہے اور حجاب زائل ہوتا ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ محبت بلکہ عشق تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ خود صحابہ کرامؓ کا عشق اور ان کی فدائیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس چیز پر عظیم الشان دلیل ہے۔ باوجود اس کے کہ وہ قوم کوئی متمدن قوم نہ تھی لیکن اس تیئیس سال کے قلیل زمانہ نبوت میں صحابہ کرام کے قلوب میں عشق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کامل درجے کا پیدا ہوگیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی جب تک جان میں جان باقی رہی تو آپ پر پروانہ وار نثار رہے۔ حضرت حسن بصریؒ سے صحابہ کرام کی حالت و تعلق بالرسول صلی اللہ علیہ وسلم پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ اگر تم صحابہ کرامؓ کی حالت کو دیکھتے تو تم ان کو دیوانہ سمجھتے اور اگر صحابہ تمہاری حالت کو دیکھتے تو وہ تم کو زندیق اور ملحد سمجھتے۔ اور صحابہ کرامؓ کو اس قدر شغف اور محبت اس بنا پر تھی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں محبت کے اسباب اکمل طور پر موجود تھے۔ جو محبت مجنوں کو لیلیٰ سے اور شیریں کو فرہاد اور پروانہ کو شمع سے ہوتا ہے اس سے زیادہ تر محبت حضرات صحابہ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی جس پر صحابہؓ کی زندگیاں شاہد ہیں۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی سے محبت ہو تو محبوب کے طریقے کو اختیار کیا جاتا ہے۔ اسی لیے صحابہ کرامؓ کامل طور پر متبع سنت تھے۔ جو لوگ آج کل شکل وغیرہ تو کرزن کی بناتے ہیں، لباس اغیار کا پہنتے ہیں اور باوجود اس کے کہتے ہیں کہ ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے۔ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ (درس بخاری ۲۵ ربیع الاوّل ۱۳۵۸ھ) (جاری ہے)

[ ان شاء اللہ تعالیٰ ربیع الثانی کے شمارہ کی قسط نمبر ۲ میں بعنوان "معجزات نبوی اور عصر حاضر" بعض ان معجزات کا بیان ہوگا جو پاکستان میں ظاہر ہوتے ہیں۔ ]

ولادتِ نبوی کے سلسلے میں پہلے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ تاریخ ولادت میں مورخین

دعوتِ فکر | کا اختلاف ہے اور پھر اہل سنت اور اہل تشیع کے مابین بھی اس میں اختلاف

پایا جاتا ہے اور گو عام طور پر ۱۲ ربیع الاول تاریخ ولادت مشہور ہو چکی ہے لیکن یقین سے کسی تاریخ کا تعین نہیں کیا جا سکتا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دورِ رسالت اور دَورِ صحابہ کرامؓ اور دَورِ خلافتِ راشدہ میں سال بہ سال ولادتِ نبوی کو بطور عید کے منانے کا رواج نہ تھا۔ اگر اُس زمانے میں ولادتِ نبوی منانے کے لیے کوئی دن مخصوص ہوتا تو پھر مورخین تاریخِ ولادت کے بارے میں مختلف اقوال کیونکر پیش کر سکتے تھے۔ دراصل شریعت کے اپنے اصول اور ضوابط ہوتے ہیں۔ شریعت میں کسی بڑی سے بڑی شخصیت کی ولادت یا وفات کو بطورِ عید یادگار منانے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

(۲) رسول کریم رحمۃ للعالمین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ساری کائنات سے افضل ہیں۔ قیامت تک شب و روز اہلِ ایمان پر آپ کے حقوق لازم قرار دیے گئے ہیں۔ کلمۂ اسلام میں لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کا اقرار پایا جاتا ہے۔ پانچوں وقت اذان میں اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ اشہد ان محمد رسول اللہ پکارا جاتا ہے۔ نماز میں تشہد میں آپؐ پر درود پڑھا جاتا ہے۔ تلاوتِ قرآن میں بار بار آپؐ کا تذکرہ آتا ہے۔ وعظ اور تبلیغ میں آپؐ کی سُنّت و شریعت اور آپؐ کے محاسن و کمالات کا بیان ہوتا ہے۔ بہرحال مؤمن کی زندگی میں کوئی ساعت ایسی نہیں ہے جو عظمت رسالت سے وابستہ نہ ہو۔ اس لیے محض سال کے بعد آپؐ کی یادگار منانے کی کوئی ضرورت ہی نہیں رہتی لیکن غیر اقوام کی دیکھا دیکھی مسلمانوں میں بھی بعض رسوم کے تحت ولادتِ نبوی کا دن منانے کا رواج پڑ گیا ہے۔

(۳) ۱۲ ربیع الاول کے جلوس میلاد کو اب ضروری قرار دیا جا رہا ہے۔ تارک صوم وصلوٰۃ کو تو عموماً ملامت نہیں کی جاتی لیکن جو مسلمان جلوسِ میلاد میں شریک نہ ہو اس کو ہدف ملامت بنایا جاتا ہے۔ حالانکہ نہ یہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت۔

(۳) جلوس تو ہمیشہ اس قائد اور لیڈر کا ہوتا ہے جس کی قیادت میں کوئی جلوس نکلتا ہے اور میلاد النبی کا جلوس بھی دراصل انہی علماء اور قائدین کا ہوتا ہے جو اس کی قیادت کرتے ہیں اور پھر جلوس میں ہر قسم کے لوگ شامل ہو جاتے ہیں اور ایسے افعال کا مظاہرہ کرتے ہیں جو سنت مصطفوی اور شریعتِ محمدی کے خلاف ہوتے ہیں۔ حالانکہ جس جلوس کی نسبت حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو اس میں تو انتہائی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے کہ کوئی فعل خلاف سنت و شریعت سرزد نہ ہو اور جلوسوں میں اس قسم کی احتیاط برقرار رکھنا بہت مشکل ہے۔

(۴) اہلِ تشیع نے حبِ حسینؓ کے نام پر ماتمی جلوسوں کی ابتدا کی لیکن اب وہ ایک کھیل تماشا اور ماتمی فنکاری کے دلچسپ منظاہرے بن گئے ہیں۔ اس لیے ہماری دیانت دارانہ رائے یہ ہے کہ ان جلوسوں کے بجائے وعظ و تبلیغ کے اجتماعات قائم کیے جائیں (کیونکہ تبلیغ و اصلاح تو مامور بہ ہے جس کا تعلق ساری زندگی سے ہے) اور جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی سیرتِ طیبہ اور آپؐ کے کمالات و معجزات، آپؐ کے فیوض و برکات کا بیان ہو تاکہ سنّی مسلمان وہ صراطِ مستقیم اور دینی راہ حق اختیار کرسکیں جو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلّم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اختیار کیا تھا اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزانہ ارشاد ما انا علیہ واصحابی کا بھی یہی عظیم مقصد ہے۔ وباللّٰہ التوفیق وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم۔

# سعودی حکومت مُبارک باد

## ۱۶ غدّارانِ ملّت کے سر قلم کردیئے گئے

گزشتہ سال ۱۴۰۹ھ کے ایّامِ حج میں مکّہ معظمہ میں دو تین دھماکے ہوئے تھے جن کی وجہ سے حجاج کرام بھی پریشان تھے اور ملّت مسلمہ کے لیے دشمنانِ اسلام کی طرف سے یہ ایک عظیم چیلنج تھا کہ حج کے مبارک ایام میں بھی مکّہ مکرمہ تخریب کاروں کی شیطانی کارروائی سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ مسلمان ہر جگہ منتظر تھے کہ سعودی حکومت تخریب کاروں کا سراغ لگانے اور ان کو شرعی سزا دینے میں کامیاب ہوتی ہے یا نہیں لیکن الحمدللہ قریباً اڑھائی ماہ بعد اخبارات کے ذریعہ یہ انکشاف ہُوا تھا کہ اصل مجرم پکڑے گئے تھے اور سعودی حکومت نے مجرمین کے سر قلم کردیے تھے۔ چنانچہ پاکستان کے روزناموں میں یہ اہم خبر شائع ہوچکی ہے۔ چنانچہ جنگ نے بعنوان: "حج کے موقع پر بم دھماکوں میں ملوث ۱۶۔ افراد کے سر قلم کردیے گئے" یہ خبر شائع کی ہے کہ

"سعودی عرب نے مکّہ معظمہ میں حج کے موقع پر بم نصب کرنے کے الزام میں کویت کے ۱۶ باشندوں کو سزائے موت اور چار کو قید اور کوڑوں کی سزا دی ہے۔ وائس آف امریکہ کے مطابق سعودی عرب کی سرکاری پریس ایجنسی نے وزارتِ داخلہ کے ایک بیان کے حوالہ سے کہا ہے کہ جن لوگوں کو سزائے موت دی گئی ہے ان میں دس ایرانی نسل کے

تھے۔ تاہم یہ تمام ۱۶ کویتی باشندے تھے اور شیعہ مسلمان تھے۔ جمعرات کے روز مکہ میں ان کے سر قلم کر دیے گئے۔ ریڈیو کے مطابق اس سال جولائی میں حج کے موقع پر مکہ معظمہ میں بم دھماکوں نتیجے میں ایک پاکستانی حاجی ہلاک اور مختلف ممالک کے ۱۶ حجاج زخمی ہوئے تھے۔ سعودی عرب کا کہنا ہے کہ ان ۱۶ مبینہ مجرموں نے اسلامی عدالت میں مقدمہ کی سماعت کے دوران اقرار جرم کیا تھا۔ ۲۰ دوسرے ملزموں کو جو قصوروار پائے گئے ہیں پندرہ سے بیس سال تک قید اور ایک ہزار سے پندرہ سو تک کوڑوں کی سزا دی گئی ہے جبکہ ۹ ملزمان کو رہا کر دیا گیا ہے۔" (جنگ راولپنڈی ۲۲ ستمبر ۱۹۸۹ء)

یہ اللہ تعالیٰ کی خاص نصرت ہے اور سعودی حکومت اس جرأت مندانہ فیصلہ پر ہزارہا مبارکباد کی مستحق ہے۔ حق تعالیٰ آئندہ بھی حرمین شریفین کو محفوظ رکھیں۔ امین۔

**ایران میں ان ۱۶ مجرمین کا سوگ**

نوائے وقت نے بعنوان: ۱۶ کویتی شیعہ رہنماؤں کے سوگ میں تعزیتی تقریب تہران میں کل منعقد ہوگی"، یہ خبر شائع کی ہے کہ:۔

" ایران نے مکہ میں دھماکوں کے الزام میں سر قلم کیے گئے ۱۶ کویتی شیعہ رہنماؤں کے سوگ میں تعزیتی تقریب جمعرات کو تہران کے بہشت زہرا قبرستان میں امام خمینی کے مزار پر منعقد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ پارلیمنٹ کے سپیکر مہدی کروبی نے ایرانیوں سے اس تقریب میں شرکت کی اپیل کرتے ہوئے کہا کہ یہ کویتی مجرم نہیں شہید ہیں جن کا سعودی عرب نے ناحق خون کیا ہے۔ ایران کی سرکاری خبر رساں ایجنسی کے مطابق سعودی عرب کے سفارت خانہ اور امیر کویت کے محل کے باہر احتجاجی مظاہرہ کیا اور نعشیں انہیں واپس کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔"

(نوائے وقت راولپنڈی ۲۷ ستمبر ۱۹۸۹ء)

فاعتبروا یا اولی الابصار

# حمد باری تعالیٰ

بند غنچوں کو حسیں پھول بناتا تُو ہے
نت نئے نقش زمانے کو دکھاتا تُو ہے

تو ہی کرتا ہے مہ و مہر سے عالم روشن
سطحِ افلاک ستاروں سے سجاتا تُو ہے

تو خرابے کو اگر چاہے کرے رشکِ ارم
دل کی اُجڑی ہوئی بستی کو بساتا تُو ہے

بزمِ عالم ہے شہادت تری یکتائی کی
حسن بن کر مرے پیکر میں سماتا تُو ہے

ہر گھڑی شان نئی تیری نظر آتی ہے
عقل و دانش کے چراغوں کو جلاتا تُو ہے

تُو ہی سجدوں سے سجاتا ہے جبینیں انکی
اپنے دربار میں بندوں کو بُلاتا تو ہے

اس پہ رہتی ہے سدا تیرے کرم کی بارش
اپنے حافظ کو نئی حمد سکھاتا تو ہے

حافظ لدھیانوی

# ولادت باسعادت

## رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

اگرچہ یہ مسلّم بدیہی اور واقعی حقیقت ہے کہ زمانے کا کوئی ٹکڑا — چھوٹا ہو یا بڑا — گذرجانے کے بعد لوٹ نہیں سکتا اور اس کے استعمال کے لیے کسی استدلال یا تنبیہ کی ضرورت بھی نہیں ہے مگر زمانے کی دوران حرکت ہمیشہ ایسے مماثل ٹکڑے پیش کرتی رہتی ہے جن سے یہی خیال بندھ جاتا ہے کہ ہو نہ ہو یہ اجزاء موجودہ وہی گذرجانے والے اجزاء ہیں اور پھر ان اجزاء کا اسی عالم مشاہیرہ میں انہی سابقہ اجزاء کی کیفیتوں سے منکشف ہونا اور بھی اس خیال کو قوت دیتا ہے۔

ہر چوبیس گھنٹہ میں گذشتہ اجزاء کے مماثل صبح شام، دوپہر، رات دن، سردی گرمی، اندھیرے اُجالے وغیرہ کا اپنے اپنے اوقات پر ہونا اس گذشتہ اجزاء لوٹ کر آنے کا خیال پیدا کرتا ہے جس طرح ہر ہفتہ میں دنوں کا لوٹ پھیر اور ہر سال میں موسموں کا آنا جانا فصلوں اور موسموں کا چکر لگانا۔

یہی نہیں کہ وہ محض عالم شہادت اور مادی انقلابات اور جسمانی صفات کے کرشمے ہیں بلکہ اسی کے مثل یا اس سے زائد عالم روحانی کے بھی کوائف اور حالات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ اگر اخیر رات کا حصہ ہمیشہ مطلع برکات رحمانی ہوتا رہتا ہے تو ہر فجر کا وقت مہبط فرشتگانِ ربانی بنتا رہتا ہے۔ ان قرآن الفجر کان مشھودا۔ اگر وقت استواء آفتاب مظہر جلال وغضب بن کر جہنم کے جھونکنے اور بھڑکانے کا ذریعہ بنتا رہتا ہے تو وقت طلوع وغروب وسیلۂ انتشار آثار شیطانیہ اگر جمعہ کو حاتِ الٰہی کی دھواں دھار بارش ہوتی رہتی ہے تو ہر دوشنبہ اور جمعرات کو صحائف اعمال کی پیشی۔ اگر رمضان میں

طرح طرح کی رحمتیں اور نعمتیں جھڑی کی طرح برستی رہتی ہیں تو ہر ذی الحجہ میں انواع واقسام کی نوازشیں باعثِ فلاح ونجاح ہوتی رہتی ہیں۔ قوانین احکام تشریعیہ بھی انہی مادی اور روحانی انقلابات کے تابع ہو کر چکر لگاتے رہتے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ ہر فجر اور ظہر اور عصر کے احکام اسی طرح نوبت بنوبت آتے رہتے ہیں جس طرح ہر جمعہ اور ہر رمضان و ذی الحجہ وغیرہ ہفتہ وار اور سالانہ ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں۔

احکامی دنیا میں جہاں گذشتہ اجزاء کا مماثل نمودار ہوا غلامانِ صمدیت میں وہی بے چینی پیدا ہو گئی جو پہلے اجزاء میں نمودار ہو چکی ہے۔ ماہ شوال نے چہرۂ ہلال نمودار کیا کہ عشاق بارگاہِ جمال حقیقی میں قلق واضطراب کا دور دورہ نمودار ہو گیا۔ عشق کی بے تابی اور محبت کی بے قراری نے راحت وآرام سے بیگانہ بنا دیا۔ **الحج اشھر معلومات** کی صدا اور **اذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا وعلیٰ کل ضامر** کے روحانی اعلان نے کوچہ محبوب حقیقی یعنی بیت عتیق کے گرداگرد افتاں وخیزاں چکر لگانے (طواف کرنے) پر آمادہ کر دیا۔ دیوانہ وار دار ودیار بیوی بچوں، زیب اور زینت وغیرہ اسباب تجمل اور خوبصورتی کو تجے ہوئے ننگے سر پیرکفنی زیب بدن کیے ہوئے بلبل کی طرح بیقرارانہ نام محبوب لیتے ہوئے چیختے چلاتے جائے وعدہ وصال کی طرف روانہ ہو گئے۔ نہ عقل وہوش کی پرواہ ہے نہ ناصح مدعی عقل وتہذیب کا خیال نہ عزت دنیاوی کی فکر ہے نہ سردی اور گرمی کا خوف دل میں محبوب حقیقی اور اس کے کوچہ کا خیال ہے تو زبان پر اس کے نام کا ورد جاری ہے۔ وحشی جانوروں سے رشتہ مودت ہے اور آبادیٔ وطن سے نفرت و دوری

ع پھر بہار آئی چمن میں زخم دل کھلنے لگے

کہیں مجنونانہ طریقے پر دوڑ رہے ہیں تو کہیں آستانہ بارگاہِ محبوبی کے بوسے لیتے ہوئے زبانِ دل سے یہ اشعار پکار رہے ہیں۔

| | |
|---|---|
| **امر علی الدیار دیار لیلیٰ** | **اقبل ذا الجدار وذا الجدارا** |
| میں لیلیٰ کے شہروں پر گذرتا ہوا | کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں کبھی اس دیوار کو |
| **وما حب الدیار شغفن قلبی** | **ولکن حب من نزل الدیار** |

میرے دل کو ان شہروں اور دیواروں کی محبت نے بے قرار نہیں بلکہ اس معشوق کی محبت مجھ کو بے قرار کر رہی ہے جو ان شہروں میں ٹھہرا ہوا ہے۔

غرضیکہ ہر طریقہ پر مادی ہو یا روحانی، تکوینی ہو یا تشریعی اور ہر مذہب و ملت ہر قوم و ملک میں گذرنے والے اجزار زمانے کے متماثل اجزاجب ظاہر ہوتے ہیں تو اسی قسم کی یاد اور اسی قسم کی خیر و برکات اسی قسم کے احوال و احکام کم و بیش نمودار ہوتے ہیں جن کا انکار تقریباً آفتاب کا نصف النہار کے وقت انکار کرنا ہوگا اور یہی فلسفہ عیدوں اور تہواروں وغیرہ کے سالانہ اور ماہوار ظہور کرنے کا ہے۔

## دریائے رحمت کا جوش

آج سے تقریباً چودہ سو برس پیشتر ماہ ربیع الاول میں دریائے رحمت خداوندی کے ایسے جوش و خروش اور ایسے تلاطم اور تموجات کا ظہور ہوا تھا جس کی نظیر نہ زمانہ سابقہ میں پائی جاتی ہے اور نہ آئندہ کو امید ہے۔ نہ صرف انسانی دُنیا کی فلاح و نجات کی صورتیں اس وقت ارادہ قدیمہ نے نکالیں بلکہ تمام عوامل کے لیے بہبودی اور ابدی زندگانی کا سامان کر دیا۔ اس ناسوتی دنیا اور عالم شہادت میں اپنا خاص پیارا اور مخصوص خلیفہ پیدا کیا جس کا ہر قول خباثات سے طہارت کا ذریعہ ہے اور ہر عمل ترقی درجات اور کفارہ سئیات کا وسیلہ اور ہر خُلق تزکیہ روحانی اور تقرب خداوندی کا کفیل اس کے تابعین پر رضوان الہیٰ کا سایہ چھاور ہوتا ہے۔ اس کے مددگاروں اور غلاموں کے لیے دونوں جہان میں سرخروئی اور کمال برستا ہے۔ اس کے معالجہ اور قوانین پر عمل کرنے والوں کے لیے ہر ہر قدم پر شفا اور سربلندی ہے۔ اس کے مخالفین اور معاندین کے لیے ہمیشہ کی ذلت اور رسوائی ہے ؎

درِ فیضِ محمدؐ وا ہے آئے جس کا جی چاہے  نہ آئے آتشِ دوزخ میں جائے جس کا جی چاہے

اس ؐ کے نقشِ قدم پر چلنے والے لاہوتی چوٹیوں سے سُر ملاتے ہیں۔ اُس کے طریقے پر فدا ہونے والے کروبیوں کے ہم نشیں بلکہ اس کے محسود کہلاتے ہیں۔ اس آفتاب ہدایتؐ نے کتاب اللہ کی شعاعوں سے کفر و ضلالت کی تاریکیوں کو ملیا میٹ کر دیا اور اس بادشاہِ روحانیت نے گذشتہ اشراقیت اور رہبانیت کے دفاتر کو افسون بے معنیٰ بنا دیا۔ تمام عالم کے لیے وہ مشعلِ ہدایت لاکر رکھ دی جس کی تمنا مشہور و معروف اسرائیلی مقدس پیغمبر اپنے دل ہی میں لے کر گیا۔ فاران کی چوٹیوں سے وہ روشنی ظاہر کی جس نے تمام براعظموں ہی کو نہیں بلکہ عوالم جن و ملک وغیرہ کو بھی روشن کر دیا اگر جملہ یاایھا النبی انا

---

لہ اے نبیؐ! ہم نے بھیجا ہے آپ کو شاہد (مبصر) بشارت دینے والا اور تنبیہ کرنے والا بنا کر اللہ کی طرف دعوت دینے والا اس کے حکم سے سراج منیر (روشن چراغ)

ارسلنٰک شاھدًا ومبشرًاونذیراوداعیًاالٰی اللہ باذنہ وسراجا منیرا[1] اس کا شاہد حال ہے

ترجمہ ھوالذی ینزل علیٰ عبدہٖ اٰیات بینات لیخرجکم من الظلمات الی النور ان اللہ بکم لرؤف رحیم۔

وہی ہے جو اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر واضح آیتیں نازل کرتا ہے تاکہ تم کو اندھیریوں سے نور کی طرف نکالے۔ بیشک اللہ تم پر بہترین مہربان ہے بہت رحم والا

اس کی رسالت کا کاشف اسرار۔ اگر جملہ ما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین[1] اس کی رسالت کی حقیقت غائرہ کو ظاہر کر رہا ہے تو جملہ انک[2] لعلیٰ خلق عظیم اور فبما[3] رحمۃ من اللہ لنت لھم الایۃ اور لعلک[4] باخع نفسک علیٰ اٰثارھم ان لم یومنوا بھٰذا الحدیث اسفا اس کی روحانی علت مادیہ وصوریہ اور اس کی رحمت مجسمہ اور شفقت محضہ ہونے کا برہان۔ یہ آفتاب ہدایت اسی مبارک مہینہ میں روحانی دنیا سے منتقل ہو کر جسمانی اور مادی دنیا میں ظاہر ہوتا ہے اور روز ہدایت وخیر کے زمانہ صبح صادق (چالیس برس) پورے کرکے افق ام القریٰ میں غار حرا سے طلوع کرتا ہے۔ فاران کی چوٹیوں سے طاغوتی تاریکیوں کو محو کرتا ہوا تمام جزیرہ عرب کو اپنی قوت عزم اور نہ جھکنے والی ہمت سے مصلحان عالم کا مرکز اور معدن بنا دیتا ہے۔ ہر قسم کی روحانی بیماریوں اور جسمانی برائیوں کا عالم انسانی سے اپنے لائے ہوئے کیمیاوی نسخہ کے ذریعے سے ازالہ کرتا ہوا متبعین کو حیات ابدی عطا کرتا ہے۔

آج اسی آفتاب ہدایت کی اس دنیائے دوں میں روشنی اور نور پھیلانے کی یاد تازہ کرنے والا زمانہ سایہ گستر ہو رہا ہے۔ ایک جماعت اس یادگار میں موتیوں کو چھوڑ کر حباب پر ریجھ جاتی ہے اور اس مجسمۂ ہدایت ورحمت کی تشریف فرمائی کی یادگاری میں مجالس زیب وزینت سرود وروشنی

---

[1] نہیں بھیجا ہم نے تم کو مگر مہربانی کرنے کے لیے تمام جہانوں پر

[2] بے شک آپ بہت بلند اخلاق کے مالک ہیں

[3] خدا کی کتنی بڑی مہربانی ہے کہ آپ نرم ہیں ان کے لیے

[4] شاید آپ تو اپنے آپ کو ہلاک کریں گے ان کے پیچھے اگر وہ اس قرآن پر ایمان نہ لائیں۔

وغیرہ منعقد کرتی ہوئی امم غیر اسلامیہ کی تقلیدی تاریکی اختیار کرتی ہے اور فقط اس ظاہری نمود و اقسام اور زبانی کارروائیوں کو ادائے حقوق کا ذریعہ سمجھتی ہے

قَوْمٌ نِیَامٌ تَسَلَّوْا عَنْہُ بِالْحُلُمِ

یہ سونے والے لوگ ہیں کہ محوِ خواب ہو کر بے غم ہو گئے ہیں اور محبت سے خالی ہو گئے ہیں۔

اربابِ بصیرت اپنی خداداد قابلیت کو کام میں لاتے ہیں اور اس آفتابِ ہدایت کی لائی ہوئی سچی روشنی اور حقیقی ہدایت پر پوری توجہ اور تکمیل عنایت صرف کرتے ہوئے اپنی عملی اور ارادی قوتوں کو از سرِ نو فیضیاب اور فائدہ مند ہونے کے لیے تیار کرتے ہیں۔

احیائے سُنّت اور نشرِ علوم نبویہ کے لیے دوگنی چوگنی قوت صرف کرنے کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں جو جو اور جس جس طرح عالم انسانی کی خدمتیں اس حکیم روحانی اور مصلح حقیقی نے انجام دی ہیں ان کے لیے ہر قسم کی سرگرمی کو دہرانا ضروری سمجھنے لگتے ہیں۔

غرضیکہ یہ مہینہ ہمیشہ ان کے قوائے علمیہ اور عملیہ میں وہ حرارت اور شادابی پیدا کرتا ہے جو مارچ و اپریل درختوں میں اور ساڑھ و ساون کاشت کی زمینوں میں اور فصل بہار بلبلوں کے دل و دماغ میں اور ماہ رمضان المبارک عالم علوی میں۔

چونکہ جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقصد اس عالمِ انسانی میں حکومت کا قائم کرنا بادشاہت حاصل کرنا، دنیاوی رعب و داب کا پیدا کرنا، خزانوں کا جمع کرنا دوسری قوموں اور ملکوں کو غلام بنانا، قوموں کی تجارت، زراعت، صنعت و حرفت پر قبضہ جمانا وغیرہ نہ تھا بلکہ ایسا مقدس اور برتر مقصد تھا کہ جس سے عالم انسانی اور تمام مبعوث الیہم کی دینی و دنیاوی اصلاح ہو جائے۔ ان کی روحانی اور جسمانی بیماریاں دُور ہو جائیں۔ ان کے لیے دونوں جہان کی ترقیاں اور راحتیں بہم پہنچ جائیں۔ وہ ہر دو تعلقات (یعنی تعلق خلق با خالق اور تعلق خلق با خلق) میں پورے پورے مکمل بن جائیں۔ ان کی ہر قسم کی کمزوریاں اور تکلیفیں دُور ہو جائیں۔ ان کی یہ زندگانی اور مستقبل کی زندگانی (جو اس دارِ فانی کی مفارقت کے بعد شروع ہونے والی ہے) نہایت راحت و آرام کی ہو جائے۔ ان کے لیے وہ کمالات روحانیہ و جسمانیہ جن کی بناء پر وہ نعمت خلافت عظمیٰ سے تکریم کیا گیا ہے حسب استعداد حاصل ہو جائیں۔

اس لیے اس آفتاب ہدایت (صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے ایسے ایسے وسائل و ذرائع

لوگوں کی اصلاح و تفہیم کے لیے اختیار کیے جن میں سراسر شفقت و رحمت، ہمدردی و غم خواری، حلم و تحمل، استقلال و ہمت، صبر و احسان وغیرہ مربیانہ اور حکیمانہ اخلاق بھرے ہوئے تھے۔

## اتباع رسول ﷺ

یہ محض تبلیغ کے لیے پیدا نہیں ہُوا تھا بلکہ ایک بڑا مقصد یہ بھی تھا کہ انسان جو کہ طبعی طور پر مقلد واقع ہُوا ہے اس کو (آفتاب ہدایت علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو اور اس کے کارناموں کو بغور دیکھے اور اپنے آپ کو بھی اسی رنگ و روپ میں رنگ لے گویا کہ وہ ایک نمونہ ہے جس کی صورت و سیرت پر بن جانا مالک حقیقی عزّ شانہٗ کی طرف سے طلب کیا جاتا ہے۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم۔

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ان لوگوں سے کہدو کہ اگر تم کو خدا کی محبت ہے تو میرے پیچھے چلو (یعنی میرے جیسے بن جاؤ) خدا تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور رحمت کرنے والا ہے۔

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ

جس نے رسول اللہ علیہ السلام کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ

تمہارے لیے رسول میں عمدہ اقتدار ہے۔

پھر یہاں تک بھی اکتفا نہیں ہے بلکہ اس مجسمۂ رحمت و ہدایت کی رُوح پاک اپنی تیز و تند قوتوں کے ذریعے سے لوگوں کے طبعی اور روحانی میل کچیل نجاست و خباست کو اسی طرح دُور کرتی تھی جس طرح مادر مہربان اپنے ننھے ننھے بچوں کے جسم اور کپڑوں سے ظاہری نجاستوں کو دُور کرتی ہے اگرچہ جملہ یتلوا علیھم آیاتہ ویعلمھم الکتاب والحکمۃ (پڑھتا ہے وہ رسول علیہ السلام بندگانِ خدا پر اس کی آیتیں اور ان کو خدا کی کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے)۔

قرآن شریف کے الفاظ اور اس کے معانی کی تعلیم اور احکام شرعیہ کے علل و اسباب کی تدریس پر دلالت کرتا ہے تو جملہ یزکیھم (اور پاک وصاف کرتا ہے) اسی باطنی تزکیہ اور روحانی تجلیہ اس پر شاہد ہے علاوہ اور بھی بہت سے مقاصد ہیں جن پر روشنی ڈالنا مقصود نہیں ہے۔

سچے متبعین اور ارباب عقل و فہم پر اس خاص مہینہ کے ظہور کرتے ہوئے جو کہ نہ صرف ولادت

باسعادت کا مبارک وقت ہے بلکہ ہجرت بھی (جس کے ذریعے سے شوکت اسلام کا آفتاب روزافزوں ترقی کرتا ہُوا نمودار ہُوا) اسی مبارک مہینہ میں واقع ہوئی ہے اور وفات مبارک بھی (جو کہ امت کے لیے عالم برزخ اور بارگاہ ربّ العزت میں ذریعہ صدہزار رحمت و مغفرت ہی) اسی مہینہ میں واقع ہوئی ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اذا اراد رحمۃ امۃ من عبادہ قبض نبیّہ قبلھا فجعلہ لھا فرطا وسلفا بین یدیھا واذا اراد ھلکۃ امۃ عذبھا وَنبیھا حیّ فاھلکھا وھو ینظر فاقر عینیہ بھلکتھا حین کذبوا وعصوا امرہ (رواہ مسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی امّت پر اپنے بندوں میں سے رحمت کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے پیغمبر کو امّت سے پہلے وفات دے کر اس کو امّت کا پیش خیمہ (سامان قیام وطعام وغیرہ درست کرنے والا) اور آگے جانے والا بنا دیتا ہے اور جب کسی قوم کے عذاب کا ارادہ کرتا ہے تو قوم کو پیغمبر کی زندگی میں ہلاک کر دیتا ہے کہ پیغمبر ان کو ہلاکت ہوتے دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے کیونکہ ان لوگوں نے اس کی تکذیب کی تھی اور اس کے احکام واوامر کا خلاف کیا تھا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصد بعثت آپ کے طرز عمل اور آپ کی تلقین کا وہی جذبہ منعکس ہونا چاہیئے جس کا روشن چراغ آپ کے قلب مُبارک اور رُوح پرفتوح میں ہمیشہ نورافشاں رہا۔ امور زائدہ جو دوسروں کی دیکھا دیکھی مسلمانوں میں رونما ہو گئے ہیں وہ قابلِ اعتبار نہیں ہیں۔ ہماری ہمت تمام عالم انسانی کی اصلاح اور خیر خواہی کی طرف ہونی چاہیئے۔ ہم کو اس مبارک مہینے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتلائی ہوئی باتوں، آپؐ کی لائی ہوئی شریعت، آپؐ کے اوصاف حسنہ اور تعلیم وغیرہ پر کاربند ہونے اور جناب کے نمونے پر بن جانے کے لیے عزمِ مُصمّم میں نہ صرف تجدید پیدا کر لینا چاہیئے بلکہ اس کی عملی کارروائی بھی بڑے پیمانے پر ہویدا کرنی چاہیئے۔

غرضیکہ ہم تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے کا نشاط اور اس کی گرمی اور قوتِ عزم اس ماہ میں اسی طرح پیدا کریں جیسا کہ آپ میں تھی اور جیسے ایک سچّے فدائی اور مخلص تابعدار میں ہونی چاہیئے۔ غیروں سے بھی ویسا ہی طرزِ عمل اختیار کریں

اور اپنوں سے بھی وہی صورت پیدا کریں۔

### اخلاق نبوی ؐ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی مقاصد عالیہ کی غرض اور تمام عالم انسانی کی بہبودئ دنیا و آخرت کی وجہ سے ہر قسم کی تکلیفیں اٹھائیں اپنی راحت و آرام کو ترک کیا، لوگوں کی سخت اور سست باتوں کی پرواہ نہ کی اور سہتے رہے۔ عزت و ناموس ظاہری کو خاک میں ملا دیا۔ اہل و عیال رشتہ ناتہ سب کو خیر باد کہہ دیا مگر اپنے کام اور ارادہ میں فتور نہ آنے دیا۔ دشمن کی گالیوں کا بدلہ صفح جمیل سے دیا۔ ان کے مظالم کا مقابلہ صبر جمیل سے کیا۔ ان کی خود غرضیوں اور جہالتوں کا عوض ہجر جمیل اور خاموشی کو بنایا۔ دشمنوں نے ہر قسم کی وحشیت و بربریت کو اختیار کیا، مگر آپ نے انصاف و عدالت و خیر خواہی اور ہمدردی ہی کو سامنے لانا ضروری سمجھا۔ انہوں نے رشتہ داری کو قطع کیا مگر آپ نے رشتوں کی رعایت اور صلہ رحمی میں سر مو فرق نہ آنے دیا۔ انہوں نے نت نئے مظالم توڑے، وحشیت و بربریت کے مظاہرے کیے مگر آپ نے اپنی مروت، سیر چشمی عالی حوصلگی، بہادری، انسانیت، اخلاق حسنہ کو آخر دم تک نباہا۔ مکارم اخلاق کا وہ عملی گلدستہ پیش کیا کہ وہ وحشی قوم جو اپنی جہالت اور بد اخلاقیوں میں اپنا نظیر نہیں رکھتی تھی، مردم آزاری اور نخوت و غرور وغیرہ میں اس کا پلہ تمام اقوام دنیا سے زیادہ بھاری تھا وہ سب کی سب نہایت تھوڑی مدت میں جان و مال عزت اولاد سب کچھ قربان کرنے کے لیے صرف تیار ہی نہیں ہو گئی بلکہ اس نے ایسا ثبوت دے دیا کہ جس کی نظیر ابتدائے دنیا سے آج تک کوئی تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔ اس کے قلوب و ارواح خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی محبت اور خوف سے بھر گئے۔ اس کے ہاتھ پاؤں اور جملہ اعضاء خداوندی خوشنودی کے بندے بن گئے۔ ان میں علمی تموج اور اخلاقی انقلاب ایسا رونما ہو گیا کہ وہ تمام اقوام عالم کے معلم اور رہنما ہو گئے۔ ان میں اصول جہاں بانی اور قوانین اصلاح عالم انسانی کے ہر ہر شعبہ نے اس طرح جگہ کر لی کہ نہایت قلیل مدت میں بحر اٹلانٹک سے لے کر ہمالیہ کی چوٹیوں تک اور کوہ اراں سے لے کر صحرائے افریقہ تک امن و امان، عدل و انصاف معرفت اور علم تمدن و سیاست عروج و ترقی پھیلا دیا۔ اقوام عالم اس صداقت اور حقانیت کو دیکھ کر برضا و رغبت اسلام کی حلقہ بگوش ہو کر یدخلون فی دین اللہ افواجا کے سماں میں آگئیں اور پھر ان حدود سے بھی متجاوز کر کے بحر پیسفک اور بحر منجمد شمالی تک بھی اسلام کا دریا موجیں مارنے لگا۔

ہندوستان میں جو حالت ہم مسلمانوں کے لیے موجودہ حکومت اور برادرانِ وطن کے معاملات کی وجہ سے نزاکت اختیار کرتی جارہی ہے اس کے لیے بھی ہم کو آج یہ مبارک مہینہ وہی روشنی یاد دلا رہا ہے اور اسی چمک میں آنے کے لیے بلا رہا ہے۔ ہمارے لیے جو شاہراہ عمل اسلام اور اس کے مقدس بانیؑ نے تیار کردی ہے اسی کا اختیار کرنا ہمارے لیے ہر طرح موجب فلاح و بہبود ہو سکتا ہے۔

**اسلام کا مقصد اصلاح خلق**

جبکہ اسلام کا نشو ونما اور اس کا اطرافِ عالم میں پھیلنا محض ہمارے ان عالم انسانی کی مدادات کی غرض سے ہوا ہے۔ اس کی اصل غرض اور غایت اور توجہ محض اصلاح خلق ہے۔ ملک گیری خزانوں کا جمع کرنا اقوام عالم کو غلام بنانا شہنشاہی قائم کرنا وغیرہ وغیرہ وہ نحس اور منحوس مقاصد نہیں ہیں جو اسکندر رومی، چنگیز خاں، ہلاکو خاں، یورپین طاقتوں وغیرہ کے رہا کیے ہیں۔ وہ اپنی فوجوں کی طاقتوں کا مظاہرہ کرنا نہیں چاہتا۔ وہ اپنی مالی اور تجارتی قوتوں سے اقوام عالم کی اقتصادی قوت اور معیشت کو برباد کرنا نہیں روا رکھتا۔ وہ کسی قومیت اور شخصیت کا بندگانِ خدا کو پرستار بنانا نہیں چاہتا۔ وہ کسی رنگ کسی زمین کو انسانی دنیا میں فوقیت دینا گوارا نہیں کرتا۔ وہ ہر ایک اس انسانی فرد کو برتری اور بزرگی کا گراں بہا تمغہ عطا کرتا ہے جو اصلاح کو قبول کرتا ہوا متقی اور پرہیزگار بن جائے خواہ کسی قوم کا ہو کسی رنگ کا ہو کسی زبان کا ہو۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ۔

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد (حضرت آدم علیہ السلام) اور ایک عورت (حضرت حوا رضی اللہ عنہا) سے پیدا کیا ہے اور تم کو تمیز اور پہچاننے کے لیے مختلف خاندان بنائے۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑائی اور بزرگی تم میں سے زیادہ پرہیزگاروں کی ہے۔ ایمان لانے والے سب کے سب آپس میں بھائی بھائی ہیں اس لیے تم بھائیوں میں صلح کراؤ۔

اسلام کو حقیقت میں اقوام عالم اور مذاہب دنیا کے ساتھ وہی نسبت ہے جو کہ ایک شفیق حکیم کو مریضوں کے ساتھ اور ایک سمجھدار اور مہربان مربی کو اپنے بچوں اور اہل خاندان کے ساتھ ہوتی ہے لہٰذا اسلام کو ضرور بالضرور ان ناسمجھ اور ناداں مریضوں اور بچوں اور جاہل بے وقوف اہلِ خاندان سے طرح طرح

کی تکلیفوں اور ناانصافیوں کا دوچار ہونا لازم ہے۔ وہ جو کچھ جور و جفا، بے عقلی اور بے انصافی کریں ان کی طبعی اور لازمی بات ہوگی اور اس مصلح حکیم کو جس قدر فراخ دلی اور عالی حوصلگی، ہمدردی تحمل و برداشت کرنا پڑے اس کا فرض منصبی ہوگا۔ ہاں جس طرح ایک حکیم حاذق اور شفیق ڈاکٹر کا فرض یہ بھی ہوگا کہ اگر مریض میں مادہ فاسد نہایت شدومد سے جاگزیں ہو کر تمام جسم کو خراب کر رہا ہو آئندہ کو اس سے طرح طرح کے اندیشے ہوں اور کسی صورت سے اس کا دبانا اور تحلیل کرنا ممکن نہ ہو تو مسہل کے ذریعہ یا نشتر کے وسیلہ سے اس کا اس قدر اخراج کر دے کہ جسم کی اصلاح ممکن ہو جائے۔ اسی طرح کبھی کبھی مخصوص صورتوں اور احوال میں اسلام کو بھی محض اصلاح عالم انسانی کی غرض سے تلوار اٹھا کر شخص اکبر (عالم شہادت) کو مسہل دینا اور اس کے دنبل میں نشتر لگا کر مادہ فاسد کو نیست و نابود کر دینا ضروری ہوگا جس کو جہاد[1] کہتے ہیں۔

جب عقلمند اور بے وقوف متمدن اور وحشی، متبع قانون اور آزاد، عالم اور جاہل کا مقابلہ ہوگا تو ہمیشہ صنف اوّل پران ان مظالم کی بوچھار ہوگی کہ وہ خود ان کے کرنے سے عاجز ہوگی۔ اس کو عقل و تمدن قانون اور علم میدانِ انتقام میں بے وقوفی، وحشت آزادی اور جہالت کی کارروائیوں سے روکیں گے اور مجبور کریں گے کہ وہ اس جگہ میں انسانیت اور قانون کو ہاتھ سے نہ جانے دے مگر صنف ثانی حق کو چھپائے گی۔ سچائی کو دبائے گی۔ خود غرضی کی داد دے گی اور تعصب پر کاربند ہوگی، باطل پرستی اپنا شعار بنائے گی۔ نہایت شرمناک پروپیگنڈا کر کے اہلِ حق کو اور صنف اوّل کو بدنام کرے گی اور اپنے آپ کو بے قصور دکھلاتی ہوئی ہر قسم کی قوتوں سے کام لے گی۔

یہ معاملہ اسلام کے ساتھ دوسری قوتوں اور اغیار کا ہمیشہ سے رہا ہے۔ کوئی نئی بات نہیں ہے مگر ہر زمانہ میں مقدس بانی اسلام اور اس کے متبعین مسلمانوں نے حق و صداقت عدل و تہذیب کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ ان کی جہالت و گمراہی کا جواب گمراہی سے نہیں دیا۔

---

[1] تصور یہ ہے کہ پورا عالمِ انسانی ایک جسم ہے اور یہ "اکابر مجرمین" فرعون صفت جو راہِ حق میں حائل ہیں جنہوں نے دوسرے انسانوں کو یہاں تک دبا رکھا ہے کہ وہ اپنے متعلق اپنے ضمیر کی آواز پر بھی آزادی سے عمل نہیں کر سکتے۔ یہ فرعون صفت سرغنہ جسم انسانی کا دنبل ہیں جن کے متعدی اثرات پورے جسم کو فاسد کر رہے ہیں۔ اس مادہ فساد کا آپریشن کر دینا ضروری ہے۔ جہاد کی حدت و شدت اسی آپریشن کی حد تک رہتی ہے اور یہی اس کی غرض و غایت ہے۔

| | |
|---|---|
| يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ۔ | اے ایمان والو! ہو جاؤ تم اللہ تعالیٰ کے لیے (اس کی خوشنودی کی غرض سے) پوری پابندی کرنے والے انصاف کے ساتھ گواہی ادا کرنے والے اور کسی قوم کی دشمنی تم کو اس پر آمادہ اور برانگیختہ نہ کرے کہ تم عدل وانصاف نہ کرو۔ عدل کیا کرو کہ وہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی پوری خبر ہے۔ |
| وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَنْ صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْتَدُوا وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ۔ | تم کو کسی قوم کی دشمنی اور بغض اس بنیاد پر کہ انہوں نے تم کو خانۂ کعبہ سے روک دیا ہے اس پر برانگیختہ اور آمادہ نہ کر دے کہ تم حد سے آگے بڑھ جاؤ اور تعدی کرنے لگو اور بھلائی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ و تعدی پر ایک دوسرے کی مدد مت کرو اور خدا سے ڈرتے رہو کیونکہ خداوند کریم سخت بدلہ لینے والا ہے۔ |

انہی احکام کی بناء پر آنحضرت علیہ السلام اور اسلاف کرام ہمیشہ موافق اور مخالف دشمن اور دوست کو عدل اور انصاف کی نظروں سے دیکھتے رہے۔ دشمنوں کی جفا کاریوں کو ہمیشہ قانون الٰہی کی پابندیوں کی بنا پر اور اپنے ارادہ اور نصیحت و خیرخواہی کی وجہ سے پس پشت ڈالتے رہے۔ کبھی عدل وانصاف کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اخلاق و معاشرت کے لحاظ سے انسانوں میں سب سے برتر تھے۔ آپؐ کے خادم خاص حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال تک آپؐ کی چاکری کی مگر اس مدت میں آپؐ نے (ڈانٹنا تو کجا) کبھی مجھ سے اُف بھی نہیں کہا۔ نہ میرے کسی کام کے بارے میں پوچھا تو نے ایسا کیوں کیا اور اگر میں نے کوئی کام نہیں کیا تو آپؐ نے یہ بھی دریافت نہیں فرمایا۔ ایسا تو نے کیوں نہیں کیا۔

# نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حُلیہ شریف

حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے اپنے ماموں ہندؓ بن ابی ہالہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ کے بارے میں دریافت کیا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بکثرت ذکر اوصاف کیا کرتے تھے اور میں امیدوار ہُوا کہ ان اوصاف میں سے کچھ میرے سامنے بھی بیان کریں جس کو میں اپنے ذہن میں جمالوں۔ پس انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات میں عظیم تھے۔ نظروں میں معظم تھے۔ آپؐ کا چہرہ مبارک بدر کی طرح چمکتا تھا۔ بالکل میانہ قد آدمی سے توقامت میں قدرے نکلے ہوئے تھے اور دراز قد سے قامت میں کم تھے۔ سَر مُبارک اعتدال کے ساتھ کلاں تھا۔ سر کے بال سیدھے قدرے بل دار تھے۔ اگر سر کے بالوں کو جمع کرتے وقت ان میں اتفاقاً از خود مانگ نکل آتی تو مانگ نکلی رہنے دیتے ورنہ نہیں اور بعد میں قصداً سیدھی مانگ نکالتے تھے اور آپؐ کے سر کے بال نرم گوش سے تجاوز کرجاتے تھے جبکہ آپؐ بالوں کو بڑھائے ہوئے ہوتے تھے۔ آپؐ کا رنگ مُبارک چمکدار تھا۔ پیشانی فراخ تھی۔ ابرو خمدار اور بالوں سے پُر تھے اور آپس میں ملے ہوئے نہ تھے بلکہ ان کے درمیان ایک رگ تھی، وہ غصہ میں اُبھر جاتی تھی۔ ناک بلند تھی اور ناک مبارک پر ایک نور نمایاں تھا۔ ڈاڑھی مُبارک بھری ہوئی تھی اور خوب سیاہ تھی۔ رخسار مبارک سُبک تھے۔ منہ مُبارک اعتدال کے ساتھ فراخ تھا نہ تنگ اور نہ ہی فراخ۔ دانت مبارک باریک آبدار تھے اور ان میں ذرا ذرا رخیں تھیں۔ سینہ سے ناف تک بالوں کا ایک باریک خط تھا۔ گردن مُبارک ایسی خوبصورت تھی جیسی تصویر کی گردن خوب صورت تراشی جاتی ہے۔ صفائی میں چاندی جیسی تھی۔ جسم کے اعتبار سے بدن معتدل اور پُر گوشت اور کسا ہُوا تھا۔ شکم اور سینہ مُبارک ہموار تھا اور سینہ قدرے اُبھرا ہُوا تھا۔ آپ کے کندھوں کے درمیان قدرے فاصلہ تھا۔ جوڑ والی ہڈیاں

بڑی تھیں۔ کپڑا اُتارنے کی حالت میں آپ کا بدن روشن تھا۔ سینہ اور ناف کے درمیان لکیر کی طرح بالوں کی ایک مسلسل دھاری چلی جاتی تھی اور ان بالوں کے سوا کہیں بال نہ تھے البتہ دونوں بازو اور شانوں۔ سینہ کے بالائی حصہ پر مناسب مقدار سے بال تھے۔ کلائیاں دراز تھیں۔ ہتھیلی فراخ تھی۔ ہتھیلیوں اور قدموں پر گوشت تھا۔ ہاتھ پاؤں کی انگلیاں لمبی تھیں۔ اعصاب آپ کے برابر تھے۔ آپ کے تلوے قدرے گہرے تھے کہ چلنے میں زمین کو نہ لگتے۔ قدم مبارک ہموار اور ایسے صاف تھے کہ پانی ان پر سے بالکل ڈھل جاتا یعنی میل کچیل خشونت وغیرہ سے پاک تھے۔ چکنے ہونے سے پانی ان کو ذرا نہ لگتا۔ جب چلنے کے لیے پاؤں اٹھاتے تو قوت سے پاؤں اُٹھتا اور قدم اس طرح رکھتے کہ آگے کو جھک پڑتا اور تواضع کے ساتھ قدم بڑھا کر چلتے۔ چلنے میں ایسا معلوم ہوتا گویا کسی بلندی سے پستی میں اُتر رہے ہیں۔ جب کسی طرف دیکھنا چاہتے تو پورے پھر کر دیکھتے۔ نگاہ نیچی رکھتے۔ آسمان کی طرف نگاہ کرنے کی نسبت زمین کی طرف آپ کی نگاہ زیادہ رہتی۔ عموماً عادت آپ کی گوشہ چشم سے دیکھنے کی تھی یعنی غایت حیا سے پورا سر اٹھا کر نگاہ بھر کر نہ دیکھتے۔ اپنے اصحاب کو چلنے میں آگے کر دیتے۔ جس کو ملتے خود سلام میں ابتدا کرتے۔ ہر وقت آخرت کے غم میں اور ہمیشہ امورِ آخرت کے سوچ میں رہتے۔ کسی وقت آپ کو چین نہیں ہوتا تھا اور بلا ضرورت کلام نہ فرماتے تھے۔ آپ کا سکوت طویل ہوتا تھا۔ کلام کو شروع اور ختم منہ بھر فرماتے۔ کلام جامع فرماتے۔ آپؐ کا کلام حق اور باطل میں فیصلہ کن ہوتا نہ زائد اور نہ تنگ ہوتا۔ آپ نرم مزاج تھے۔ نہ مزاج میں سختی اور نہ مخاطب کی اہانت فرماتے۔ نعمت قلیل کی بھی تعظیم کرتے تھے اور نعمت کی مذمت نہ فرماتے کہ وہ نعمت تھی اور مدح زیادہ اس لیے نہ فرماتے کہ اکثر اس کا سبب حرص اور طلبِ لذت ہوتی ہے۔ جب امرِ حق کی کوئی شخص ذرا مخالفت کرتا تو اس وقت آپؐ کے غصہ کی کوئی تاب نہ لا سکتا تھا جب تک کہ اس حق کو غالب نہ کر لیتے اور اپنے نفس کے لیے غضب ناک نہ ہوتے تھے اور نہ نفس کے لیے انتقام لیتے۔ اور گفتگو کے وقت جب آپ اشارہ کرتے تو پورے ہاتھ سے اشارہ کرتے اور جب کسی امر پر تعجب کرتے تو ہاتھ کو لوٹتے اور جب آپؐ بات کرتے تو اس کو یعنی داہنے انگوٹھے کو بائیں ہتھیلی سے متصل کرتے یعنی اس پر مارتے۔ اور جب آپؐ کو غصہ آتا تو آپؐ ادھر سے منہ پھیر لیتے اور کروٹ بدل لیتے اور جب خوش ہوتے تو نظر نیچی کر لیتے۔ اکثر ہنسنا آپ کا تبسم ہوتا اور اس میں دانت مبارک جو ظاہر ہوتے ایسا معلوم ہوتا جیسے بارش کے اولے۔

(ماخوذ از نشر الطیب ترجمہ شیم الحبیب ترجمہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

# بعض خصائص محمدیؐ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

یعنی ان امور کے بیان میں جو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السّلام میں سے صرف آپ ہی کو عطا فرمائے اور وہ چند قسم کے ہیں۔

ایک قسم وہ امور جو دنیا میں تشریف لانے سے پہلے آپؐ کی ذات مقدسہ میں پائے گئے۔ مثلاً سب سے اوّل آپؐ کے نور کا پیدا ہونا۔ سب سے پہلے آپؐ کو نبوّت عطا ہونا۔ یوم میثاق میں سب سے اوّل اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کے جواب میں آپؐ کا بَلیٰ فرمانا۔ آپ کا نام مبارک عرش پر لکھا جانا۔ خلق عالم سے آپ کا مقصود ہونا۔ پہلی سب کتب میں آپؐ کی بشارت و فضیلت ہونا۔ حضرت آدم علیہ السّلامؑ حضرت نوح علیہ السّلام و حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو آپ کی برکات حاصل ہونا

دوسری قسم وہ امور جو دُنیا میں تشریف آوری کے وقت قبل نبوّت ظاہر ہوئے مثلاً مہر نبوّت کا شانہ پر ہونا۔

تیسری قسم وہ امور جو بعد نبوّت ظاہر ہوئے اور مختص ہیں ذات مبارک کے ساتھ مثلاً معراج اور اس میں عجائب ملکوت و جنت و نار پر مُطلع ہونا اور حق تعالیٰ کو دیکھنا، کہانت کا منقطع ہوجانا، اذان و اقامت میں نام مُبارک ہونا۔ ایسی کتاب عطا ہونا جو ہر طرح معجز ہے۔ لفظاً بھی معناً بھی۔ تغیّر سے محفوظ رہنے میں بھی۔ زبانی یاد ہونے میں بھی۔ صدقہ کا حرام ہونا۔ نوم سے وضو کا واجب نہ ہونا۔ ازواج مطہرات کا امّت پر ابداً حرام ہونا۔ آپ کی صاحبزادی سے بھی نسب اولاد کا ثابت ہونا۔ آگے پیچھے سے برابر دیکھنا۔ دُور دُور تک آپ کا رعب پہنچنا۔ آپ کو جوامع الکلم عطا ہونا۔ تمام خلائق کی طرف مبعوث ہونا۔ آپؐ پر نبوّت کا ختم ہونا۔ آپؐ کے متبعین کا سب انبیاء کے تابعین سے زیادہ ہونا۔ سب مخلوق سے آپؐ کا افضل ہونا۔

چوتھی قسم وہ امور جو آپ کی برکت سے منجملہ تمام امم کے خاص آپ کی اُمّت کو عطا ہوئے۔ مثلاً غنائم کا حلال ہونا۔ تمام زمین پر نماز کا جائز ہونا۔ تیمم کا مشروع ہونا۔ اذان و اقامت کا مقرر ہونا۔ نماز

میں ان کی صفوں کا بطرزِ صفوف ملائکہ ہونا۔ جمعہ کا ایک خاص عبادت وساعت اجابت کے لیے مقرر ہونا روزے کے لیے سحری کی اجازت۔ رمضان میں شبِ قدر۔ ایک نیکی کریں تو ادنیٰ درجہ دس حصہ اور زیادہ بھی ثواب ملنا۔ وسوسہ اور خطاء ونسیان کا گناہ نہ ہونا (شاید پہلی امتوں میں ان کے اسباب کا انسداد بھی واجب ہوگا اور اسی اعتبار سے یہ خاص ہوا اس امت کے ساتھ) احکام شاقہ کا مرتفع ہوجانا۔ تصویر ومسکرات کا ناجائز ہونا (کہ یہ سدباب ہے مفاسد بے شمار کا اور مفاسد سے بچانا رحمت ہے جیسا کہ بعض جگہ تسہیلِ حکم بھی رحمت ہے)۔ اُمم سابقہ کے سے عذاب نہ آنا۔ طاعون کا شہادت ہونا۔ علماء سے وہ کام دین کا لیا جانا جو انبیاء کیا کرتے تھے۔ قربِ قیامت تک جماعت اہل حق کا مؤید من اللہ ہو کر پایا جانا وغیرہ ذالک۔

پانچویں قسم وہ امور جو دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد برزخ یا قیامت میں ظاہر ہوئے اور ہوں گے الخ۔

فھو الذی تم معناہ وصورتہ　　ثم اصطفاہ حبیبًا باری النسیم

پس آپؐ فضائل باطنی وظاہری میں کمال کے درجے کو پہنچے ہوئے ہیں پھر خداوند تعالیٰ شانہٗ نے جو خالق تمام مخلوقات ہے آپؐ کو اپنا حبیب بنالیا۔

منزہٌ عن شریکٍ فی محاسنہ　　فجوھر الحسن فیہ غیر منقسم

آپؐ اس سے پاک ہیں کہ آپؐ کی خوبیوں میں اور کوئی آپؐ کا شریک ہو۔ پس جوہرِ حسن جو آپؐ میں پایا جاتا ہے وہ غیر منقسم اور غیر مشترک ہے بلکہ مخصوص آپؐ ہی کے ساتھ ہے۔

یاربِّ صلِّ وسلِّم دائمًا ابدًا　　علیٰ حبیبک خیر الخلق کلّھم

ماخوذ از نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب)

ایک مرتبہ سفر میں آپؐ نے صحابہ رضؓ سے بکری پکانے کو کہا۔ ایک صحابی نے کہا: میں اسے ذبح کروں گا۔ دوسرے نے فرمایا: میں اس کی کھال اتاروں گا۔ تیسرے نے ارشاد کیا میں اسے پکاؤں گا۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا: میں لکڑیاں چن کر لاؤں گا۔ صحابہ نے کہا ہم لوگ لے آئیں گے۔ ہم کافی ہیں یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا: بیشک تم کافی ہو۔ یہ کام کرلو گے لیکن مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ میں اپنے لیے امتیازی برتاؤ روا رکھوں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے ناپسند فرماتا ہے کہ اس کا کوئی بندہ اپنے ساتھیوں میں ممتاز رہے۔

سرور میواتی

دِل میں ہے بَسا روضۂ سرکارِ مدینہ — آنکھوں کی ضیا روضۂ سرکارِ مدینہ

آئینۂ دِل ہوتا ہے شفّاف و مُنوّر — کیا خوب ضیا بار ہیں انوارِ مدینہ

ہیں جنّتِ فردوس کی رنگین بہاریں — شرمندۂ احسانِ چمن زارِ مدینہ

آفاق میں جو چیز بھی دیتی ہے دکھائی — ہے صدقۂ پیدائشِ سرکارِ مدینہ

اِس کان سے ہوتے ہیں برآمد زر و گوہر — گنجینۂ اَسرار ہے دربارِ مدینہ

اللہ کرے خواب میں دے جائے دِکھائی — پھر گنبدِ خضرائے گہربارِ مدینہ

سرشار ہمہ وقت ہے ہر ذرّۂ گیتی — اللہ رے فیضِ مئے انہارِ مدینہ

سب کچھ جو لُٹا آئے رہِ دیں میں مُہاجر — تصویرِ وفا بن گئے انصارِ مدینہ

سرور مجھے چھوڑو کہ مرا جوشِ جنوں اب
پھر دے رہا ہے دعوتِ دیدارِ مدینہ

# النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ

یہ محقق ہے کہ سیدنا و مولانا محمد المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا الرسول النبی الامی اور کسی نبی کا لقب نہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی لقب انبیائے کرام کو اور سابقہ اُمم کو بتلایا گیا ہے۔ علماء نے اسم اُمّی کے متعلق جو پاکیزہ خیالات ظاہر فرمائے ہیں ناظرین کے لیے ان پر عبور موجب فرح و سرور ہوگا۔

(۱) اُمّی ۔ ام القریٰ کی نسبت سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مکہ معظمہ کا نام اُم القریٰ فرمایا **ولتنذر ام القریٰ ومن حولھا**۔ کہ تو ام القریٰ کو اور اس کے گرد اگرد کی بستیوں کو ڈرائے۔

مشہور قدیم جرمن مؤرخ سپرینجر اور سکریدر کا قول ہے کہ ان محققین کی رائے بالکل درست ہے جو اولاد سام کا اصلی وطن ملک عرب کو قرار دیتے ہیں۔ اسلامی روایات صحیحہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ عرب میں سب سے پہلے آبادی (بلدۃ مکہ معظمہ ہے) جہاں خانہ بدوش قوموں نے قیام کیا اور بربریت و توحش کو چھوڑ کر عمران و تمدن کی زندگی میں داخل ہوئے۔ الغرض تاریخ اور روایت کے مجموعی اتفاق سے ثابت ہے کہ مکہ اُمّ القریٰ ہے۔ اب سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دُعا کی طرف توجہ کرنا چاہیئے۔ انہوں نے بنائے مکہ کے وقت یہ دعا کی تھی

| | |
|---|---|
| رب اجعل ھذا بلدًا امنا وارزق اھلہ من الثمرات (بقرہ) | "اے رب اس جگہ کو امن والا شہر بنائیو اور یہاں والوں کو میوہ جات کھلایا کیجیو" |

دُعا کے یہ الفاظ بھی ہیں:

| | |
|---|---|
| وابعث فیھم رسولا منھم (بقرہ) | "ان میں ایک شاندار رسول بھی جو انہی میں سے ہو مبعوث کیجیو" |

دعائے خلیل میں دو باتیں عجیب ہیں۔ (۱) اس بستی کے رہنے والوں کے لیے جہاں کی زمین

ناقابلِ زراعت ہے۔ میوہ جات و ثمرات بکثرت ملنے کی استدعا۔

(۹) ان الفاظ کی برکت آج تک نظر آ رہی ہے کہ مکّہ کے بازار سبزیوں، ترکاریوں اور گوناگوں میوہ جات سے بھرے نظر آتے ہیں۔ یہ علامت ظاہری اس امر پر دال ہے کہ رب العالمین نے فی الواقع اپنے خلیل کی دعا کو مِن و عَن شرفِ قبولیت بخشا۔

(۲) یہی دعا موضوع بتلا رہی ہے کہ صرف خوراک جسمانی یا لذائذ کام و دہن تک ہی اس کا اثر محدود نہ تھا بلکہ روحانیت کے لیے دُعا کے الفاظ زیادہ پُر زور تھے۔ وعدہ کا رسول اور دعائے خلیل کا رسول مبعوث ہونا اور بڑی شان کے ساتھ مبعوث ہُوا۔ اس کے جنسی اور نسبی تعلقات انہی لوگوں کے ساتھ تھے جو اس بستی کے سردار تھے لہٰذا اُم القریٰ کی نسبت سے اسے اُمّی کہنا درست ٹھہرا۔

(ب) اُمت کی "ت" بہ وقت نسبت گر گئی ہے جیسے مکّہ سے مکی۔ اندریں صورت اسم امّی اس حدیث صحیح کی تفسیر ہے جو صحیح مسلم میں بروایت انس رضؓ موجود ہے۔ انا اکثر الانبیاء تبعا۔ کثرت امّت کے لحاظ سے مَیں سب انبیاء سے بڑھا ہُوا ہوں۔

(۲) اسم امّی ام کی طرف منسوب ہے اس اعتبار سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ پاکی فطرت و عصمت من جانب ربّ العزت جُملہ عیوب و نقائص سے ایسے ہی پاک و صاف ہیں جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا شدہ بچّہ ہوتا ہے۔ اُمّ المومنین عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا نے انہی معانی پر نظر رکھتے ہوئے اشعار ذیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں پڑھے تھے اور ان اشعار کو سُن کر آقائے نامدار نہایت مسرور الوقت ہوئے تھے ؎

وَمُبَـــــرَّءٌ مِن کل غُبَّرِ حیضـــة      وَفَســــاد مرضعة وداء مخیلِ

واذا نظرت الی اَسِــــرہ وجهه      بـروقت بروق العارض المتهلّلِ

(اور آپ بعینہٖ حیض سے بھی پاک و صاف رکھے گئے ہیں اور دودھ پلانے والی عورت کے بگاڑ اور حاملہ عورت کے دودھ سے بھی آپ کو محفوظ رکھا گیا ہے۔ (۲) اور جب آپ کے چہرہ کی چمک کو دیکھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بادل چمک رہا ہے)

(د) امّی ام کی طرف منسوب ہے اس اعتبار سے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم نے ولادت کے بعد اکتساب علوم و فنون کی جانب کوئی رغبت نہ کی تھی اور حضورؐ کے لوحِ قلب پر تقریرًا یا تحریرًا کسی ایک حرف کا نقش

بھی ثبت نہ ہوا تھا۔ ملک عرب کی حالت بھی یہی تھی کہ وہ لکھنے پڑھنے سے عاری ہوتے تھے۔ وہ اپنی تمام عمر اسی حالت میں پوری کر دیا کرتے جو ایک ایسے بچے کی ہوتی ہے جو نہ مکتب گیا نہ درس لیا نہ قلم ہاتھ میں پکڑا۔ نہ سبق زبان پر جاری ہوا۔ یہودیوں نے اسی لیے اہلِ عرب کا نام اُمیّون رکھ دیا تھا۔ ذالك بانهم قالوا ليس علينا فى الاميين سبيل (آل عمران) یہودی کہتے ہیں کہ ہم ان امی لوگوں کے ساتھ خواہ کچھ ہی برتاؤ کریں ہم پر کچھ مؤاخذہ نہ ہوگا" یہی نام اہلِ عرب کے لیے معروف بن گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

هوالذى بعث فى الاميين رسولاً (سورۃ الجمعہ) — جس نے امیّوں کے اندر شاندار رسول کو مبعوث فرمایا۔

یہی لفظ اہلِ کتاب کے ناخواندہ اشخاص کے لیے اللہ تعالیٰ نے استعمال فرمایا ہے۔

ومنهم اميّون لايعلمون الكتاب — یہودیوں میں ایسے ناخواندہ بھی ہیں جن کو کتاب کا کچھ علم نہیں۔

الغرض اُمّی سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم طرز و طریقِ خواندگی میں اہلِ دنیا سے بالاتر تھے اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو دوسری جگہ اس طرح ظاہر فرمایا ہے:

وما كنت تتلوا من قبله من كتاب ولا تخطه بيمينك اذا لارتاب المبطلون — (ترجمہ) اے رسول! قرآن سے پہلے تو تم نہ کسی کتاب کو پڑھا کرتے تھے اور نہ تمہارے دست راست نے کبھی کوئی خط کھینچا تھا۔ تب تو یہ بطلان والے شک بھی کر سکتے۔"

معنی بالا کے لحاظ سے اسم النبی الامّی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بڑا معجزہ ہے۔ واضح ہو کہ نبیؔ نبأ سے ہے اور نبأ واقعہ عظیم اور اعلام ذوالاہتمام کو کہتے ہیں یعنی نبی وہ ہے جو علوم عالیہ اور وقائع عظیمہ کی اطلاع اہلِ عالم کو دیتا ہو اور جب یہ لفظ اللہ کی طرف مضاف ہوتا ہے تب اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ نبی وہ ہے جو علوم عالیہ اور شرائع عالیہ اور نوامیس ربانیہ کی اطلاع براہِ راست اللہ تعالیٰ سے کرتا ہو۔ نبیؔ کو نَبادۃ سے بھی مشتق بنایا گیا ہے۔ نبادت کے معنی مقام مرتفع ہیں اور نبی وہ ہے جو اس مقام علیا پر فائز ہو جہاں کوئی انسان اکتساب و محنت و ریاضت سے نہیں ہو

سکتا اور اس مقام پر اس کے فائز ہونے کا سبب محض اصطفاءِ ربانی ہوتا ہے۔ نبی امّی کے وصف نے بتلا دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حرف شناسی وخط کشی سے تو دُور ہیں اور یہاں ہمہ علوم عظیمہ وآیاتِ کاملہ کا صدور حضورؐ سے برابر ہوتا رہا۔ اہلِ سیرت جانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو النبی الامّی کے لقب سے یاد کیا جاتا بلایا جاتا اور حضورؐ اس طرز خطاب سے خرسند ومسرور ہُوا کرتے تھے۔ اب اہلِ زمانہ کا حال دیکھو کہ جو نہی کسی شخص کو ذرا شُدبُد کہنے کی لیاقت ہوئی تو وہ اپنے لیے فاضل اکمل، اللوزعی، المعی، علاّمہ وغیرہ الفاظ سننا اور کہلانا پسند کرتا ہے اور یہ ہر ایک صاحبِ قلم وزبان آور کا فطری خاصہ سا ہوگیا ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ اصلیت سے بڑھ کر اس کے علم وفضل کا اندازہ لگایا جائے لیکن ایک سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں جن کو ہر وقت ناخواندگی کا اعتراف اور امّی ہونے کا اقرار ہے۔ اس اعتراف واقرار پر بھی ہزاروں علماء، سینکڑوں فلاسفر حاضر ہوتے، زانوئے ادب تہ کرتے اور اقرار کرتے کہ ان لوگوں کا علم وفہم اور حضورؐ کا عرفان قطرہ وقلزم کی مثال رکھتے ہیں۔ غور کرو کہ جو شخص دنیا میں کسی کا شاگرد نہیں بنا وہ تمام دنیا کا استاد بنا ہُوا ہے۔ محاسن اخلاق۔ محامد اعمال۔ تدبیر منزل۔ سیاست مُدُن، اقتصادیات سیاسیات۔ عمرانیات کے درس اور دماغ کو روشن، قلب کو مجلّی، روح کو منوّر بنانے والی تعلیم دے رہا ہے۔ اس کی درسگاہ مقدس کے دروازے کبھی بند نہیں ہوتے۔ وہاں داخلہ کی کوئی فیس نہیں ہے۔ وہاں ایک صحرا نشیں اور ایک شہری، ایک فلاسفر اور ایک بدوی پہلو بہ پہلو بیٹھے ہوئے ہیں اور یہ آن واحد اپنی اپنی استعداد وقابلیت کے موافق مستفیض ومستفید ہو رہے ہیں۔ اندریں صورت اُمّی لقب سے **علمنی ربی فاحسن تادیبی** کا نور ظہور بخش ہے اور **یعلمھم الکتاب** کا دعویٰ متحقق ہو رہا ہے۔

(۵) لقب امّی کی وجہ یہ بھی ہے کہ اوّل انبیاء ابوالبشر آدم علیہ السلام سے لے کر آخر انبیائے بنی اسرائیل عبداللہ عیسیٰ بن مریم تک جملہ انبیاء ومرسلین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نعوت عالیہ اور اوصاف جلیہ بیان کیے۔ الف سے آدم۔ میم سے مسیح مُراد ہے اور یائے نسبت اس راز کی کاشف ہے ؂

اُمّی دگر با بزبان فصیح    از الف آدم و میم مسیح

---

جو شخص اوروں کو تکلیف دیتا ہے، خدا اس کو تکلیف دے گا
اور جو شخص اوروں کو نقصان پہنچاتا ہے خدا اس کو نقصان پہنچائے گا۔
احادیث نبوی

یا اللہ مدد
سلسلہ اشاعت (۱)

# لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ہُو لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی

رضی اللہ عنہم
چو چار یار
خلفائے راشدین

یَااَللّٰہُ یَاھُوَ یَارَحْمٰنُ یَارَحِیْمُ یَامَلِکُ یَاقُدُّوْسُ یَاسَلَامُ یَامُؤْمِنُ یَامُھَیْمِنُ یَاعَزِیْزُ
یَاجَبَّارُ یَامُتَکَبِّرُ یَاخَالِقُ یَابَارِیُٔ یَامُصَوِّرُ یَاغَفَّارُ یَاقَھَّارُ یَاوَھَّابُ یَارَزَّاقُ یَافَتَّاحُ
یَاعَلِیْمُ یَاقَابِضُ یَابَاسِطُ یَاخَافِضُ یَارَافِعُ یَامُعِزُّ یَامُذِلُّ یَاسَمِیْعُ یَابَصِیْرُ یَاحَکَمُ
یَاعَدْلُ یَالَطِیْفُ یَاخَبِیْرُ یَاحَلِیْمُ یَاعَظِیْمُ یَاغَفُوْرُ یَاشَکُوْرُ یَاعَلِیُّ یَاکَبِیْرُ یَاحَفِیْظُ
یَامُقِیْتُ یَاحَسِیْبُ یَاجَلِیْلُ یَاکَرِیْمُ یَارَقِیْبُ یَامُجِیْبُ یَاوَاسِعُ یَاحَکِیْمُ یَاوَدُوْدُ یَامَجِیْدُ
یَابَاعِثُ یَاشَہِیْدُ یَاحَقُّ یَاوَکِیْلُ یَاقَوِیُّ یَامَتِیْنُ یَاوَلِیُّ یَاحَمِیْدُ یَامُحْصِیُ یَامُبْدِیُٔ
یَامُعِیْدُ یَامُحْیِیُ یَامُمِیْتُ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ (۹۹ مرتبہ) یَاوَاجِدُ یَامَاجِدُ یَاوَاحِدُ یَااَحَدُ یَاصَمَدُ
یَاقَادِرُ یَامُقْتَدِرُ یَامُقَدِّمُ یَامُؤَخِّرُ یَااَوَّلُ یَااٰخِرُ یَاظَاھِرُ یَابَاطِنُ یَاوَالِیُ یَامُتَعَالِیُ
یَابَرُّ یَاتَوَّابُ یَامُنْتَقِمُ یَاعَفُوُّ یَارَءُوْفُ یَامَالِکَ الْمُلْکِ یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَامُقْسِطُ یَاجَامِعُ
یَاغَنِیُّ یَامُغْنِیُ یَامَانِعُ یَاضَارُّ یَانَافِعُ یَانُوْرُ یَاھَادِیُ یَابَدِیْعُ یَابَاقِیُ یَاوَارِثُ
یَارَشِیْدُ یَاصَبُوْرُ

یہ ننانوے اسماء ربانی جل شانہ مشہور و معروف ہیں اور احادیث شریفہ میں ان کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ انہی میں اسم اعظم پوشیدہ ہے۔ ان کا ورد اکثر اولیائے کرام فرماتے رہے ہیں۔ اسی طرح ماثور و مسنون دعاؤں کا عجیب مبارک مجموعہ الحزب الاعظم ہے جو ہفتہ کے سات دنوں کی ترتیب سات ابواب پر مشتمل ہے۔ ہمارے اکثر اکابر کے معمولات میں شامل رہا ہے۔ شیخ التفسیر قطب العالم حضرت لاہوری رحمۃ اللہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ اور محقق دوراں حضرت علامہ شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے متعلقین و مسترشدین کو الحزب الاعظم کے ورد کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ اس بابرکت مجموعہ کے پہلے حصے میں (جو ہفتہ کے دن پڑھا جاتا ہے) اسماء اللہ الحسنی بھی ہیں۔ اس کا ایک خاص طریقہ امام الاولیاء حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد فرمودہ یہ ہے کہ ہر اسم مبارک سے پہلے لفظ **یا** کا اضافہ کر دیا جائے اور جب یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ پر پہنچیں تو سے ننانوے مرتبہ پڑھا جائے۔ اس کے بعد آخر تک ایک ایک مرتبہ پڑھ کر مکمل کر لیا جائے۔ اسی طرح جمعۃ المبارک کے دن الحزب الاعظم کا اختتام ہو تو اس کے فوراً بعد دو رکعت صلوۃ الحاجت پڑھ کر صرف انہی اسماء حسنی کو درج بالا ترتیب سے پڑھیں اور پھر اپنے اور امت حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ مقاصد دارین کے لیے دل سے دعا فرمائیں۔ حضرت الشیخ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اجل حضرت مولانا مفتی بشیر احمد پسروری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے جانشین حضرت مولانا محمد علی مدظلہم نے روزانہ صرف الاسماء الحسنی کو درج بالا طریقے پر ورد رکھنے کو باعث برکات دارین قرار دیا ہے۔ اس لیے افادہ عام کے لیے ہدیۂ ناظرین و قارئین کرام ہے۔ امید ہے کہ اس مبارک عمل کو خلوص و محبت اور یقین کامل سے کر کے ان شاء اللہ مسرت و سعادت سے شادکام ہوں گے۔ **نوٹ:** سورۃ یٰسین شریف، سورۃ اخلاص شریف اور سورۃ حشر کی آخری آیات مبارکہ میں بھی اسماء ربانی کے پڑھنے کے خاص طریقے ہیں۔ ضرورت مند اور شوقین حضرات اس کے لیے لکھ سکتے ہیں۔ دعاؤں کی مؤدبانہ التماس ہے۔

مرتبہ خادم سلسلہ قادریہ راشدیہ و سلاسل اربعہ روحانیہ مبارکہ۔ احقر احمد عبدالرحمٰن الصدیقی عفا اللہ عنہ

اشتہار ہذا و انجمن کی دیگر تبلیغی مطبوعات مفت حاصل کرنے کیلیے
اپنا پتہ بذریعہ ڈاک روانہ فرمائیں۔ شکریہ

۱۱۷۹/۴ نزد تاج بلڈنگ نوشہرہ صدر ○ ضلع پشاور

مفت ملنے کا پتہ و ناشر

**انجمن خدام الدین رجسٹرڈ ۱۱۷۹/۴ نوشہرہ صدر ○ ضلع پشاور**

# تبلیغِ نبویؐ اور اس کی کامیابی کے اصول

## اور اس کی کامیابی کے اسباب

مورخ اسلام حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ

تمام گذشتہ موانع۔ عوائق۔ مشکلات اور دشواریوں کی دیواریں آہستہ آہستہ ایک ایک کرکے ٹوٹتی گئیں۔ اسلام پھیلا اور اس طرح پھیلا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دنیا کو چھوڑا تو تمام عرب میں ایک بھی بُت پرست نہ تھا۔ اس لیے پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کے اسباب کیا تھے۔ مخالفین کے نزدیک تو اس کا جواب صرف تلوار ہے لیکن کارلائل کے بقول نتیجے اور بکہ وتنہا اسلام کے ہاتھ میں یہ تلوار کس تلوار کے زور سے آئی لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ تلوار صرف اسلام کی تبلیغی دعوت تھی۔ اس سے پہلے کہ ہم آگے بڑھیں اسلام کی اس طاقت کی تشریح کردینا مناسب ہے۔

**فریضۂ تبلیغ**

تبلیغ کے لفظی معنی پیغام پہنچانے کے ہیں اور اصطلاح میں اس کے معنی یہ ہیں کہ جس چیز کو ہم اچھا سمجھتے ہیں اس کی اچھائی اور خوبی کو دوسرے لوگوں اور دوسری قوموں اور ملکوں تک پہنچائیں اور ان کو اس کے قبول کرنے کی دعوت دیں۔ قرآن پاک میں تبلیغ کے ہم معنی چند اور الفاظ بھی ہیں جن میں سے ایک لفظ اِنذار ہے جس کے معنی ہوشیار اور آگاہ کرنے کے ہیں۔ دوسرا لفظ دعوت ہے جس کے معنی بلانے اور پکارنے کے ہیں اور تیسرا لفظ تذکیر ہے جس کے معنی یاد دلانے اور نصیحت کرنے کے ہیں۔ بعثت نبوی کے وقت دنیا میں دو قسم کے مذہب تھے۔ دو ایسے جو تبلیغی تھے عیسائیت اور بُدھ مت، باقی زیادہ تر ایسے ہی تھے جو تبلیغی نہیں جیسے یہودیت، مجوسیت، ہندویت جو دو تبلیغی سمجھے جاتے تھے ان کی نسبت یہ فیصلہ مشکوک ہے کہ آیا یہ تبلیغ ان کے اصل مذہب کا حکم تھا یا بعد کے پیروؤں کا عمل ہے کیونکہ ان کے مذہبی صحیفوں میں اس تعلیم دعوت کی کھلی ہوئی ہدایتیں اور ان

کے بانیوں کی زندگی میں اس کی عملی مثالیں نہیں ملتیں۔ تمام مذاہب میں صرف اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس نے تبلیغ کی اہمیت کو سمجھا اور اس کے متعلق اپنے صحیفہ میں کھلے احکام دیے اور اس کے داعی حامل علیہ السلام نے اپنی زندگی میں اس کی عملی مثالیں پیش کیں۔

جن مذہبوں نے تبلیغ کو اپنا اصول نہیں ٹھہرایا ان کے ایسا کرنے کی اصلی وجہیں دو ہیں۔ ایک یہ کہ ان کے نزدیک اس حق کے قبول کرنے کی عزت کا استحقاق پیدائش سے حاصل ہوتا ہے کوشش سے نہیں۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ جو حق ان کے پاس ہے وہ ان کے نزدیک اتنا پاک و مقدس ہے کہ ان کی خاص پاک و بزرگ محترم نسل و قوم کے علاوہ دوسری تمام قومیں جو ناپاک ونجس و کمتر ہیں ان تک اپنے پاک مذہب کو لے جانا خود اس مذہب کی پاکی کو صدمہ پہنچانا ہے۔ یہی سبب ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے ایک دفعہ جب ایک کنعانی (انجیل متی ۱۵) یا یونانی (انجیل مرقس ۷) عورت نے ان سے برکت چاہی تو فرمایا۔ میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا کسی اور کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ (متی ۱۵-۲۵) پھر فرمایا۔ مناسب نہیں کہ لڑکوں کی روٹی (بنی اسرائیل کا مذہب) کتوں (غیر اسرائیلی قوموں) کو پھینک دیں (۲۷) پھر فرمایا۔ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ پہلے اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جاؤ اور چلتے ہوئے منادی کرو۔ (متی ۱۰-۶) پھر ارشاد فرمایا۔ وہ چیز جو پاک ہے کتوں کو مت دو اور اپنے موتی سوروں کے آگے نہ پھینکو۔ (متی ۷-۶)

ہندوؤں نے اپنے مذہب کو تمام قوموں سے جو چھپا کر رکھا اس کا بھی یہی سبب تھا کہ وہ اپنا پاک دھرم ملیچھوں اور اچھوتوں کو سکھا کر اس کو ناپاک نہیں کرنا چاہتے تھے۔ یہودیوں کا بھی یہی خیال تھا کہ نامختون اس نعمت کے اہل نہیں۔

### تبلیغ کی اہمیت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی تمام قوموں کو برابری اور مساوات کی ایک ہی سطح پر لا کر کھڑا کیا اور خدا کے پیغام کی منادی کا سب کو یکساں مستحق قرار دیا۔ اس لیے اپنی تبلیغ کے لیے قریش و غیر قریش۔ حجاز و یمن۔ عرب و عجم۔ ہند و روم کی تخصیص نہیں فرمائی بلکہ دنیا کی ہر قوم، ہر زبان اور ہر گوشہ میں صدائے الٰہی کا پہنچانا فرض قرار دیا۔ ابتدائی وحی میں انجانوں کو ہشیار اور بےخبروں کو آگاہ کرنا سب سے پہلا حکم تھا یَا أَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ (سورہ مدثر) اے چادر پوش! اٹھ کھڑا ہو اور ہشیار و آگاہ کر۔ پھر بار بار حکم ہوتا رہا کہ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَیْكَ جو تیری طرف

اتارا گیا اس کو اور دن تک پہنچا فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ (شوریٰ) لوگوں کو دعوت دے اور مضبوط قائم رہ جس طرح تجھے حکم دیا گیا فَذَكِّرْ إِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى (سورۃ اعلیٰ) لوگوں کو نصیحت کر اگر نصیحت فائدہ مند ہو" وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ (سورۃ الذّٰریٰت) اور نصیحت کر کہ نصیحت اہلِ ایمان کو فائدہ پہنچاتی ہے" فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ (سورۃ ق) قرآن سے سمجھا تو اس کو جو میری دھمکی سے ڈرتا ہو" اور ان کے علاوہ بیسیوں آیتوں میں اس فرض کی اہمیت ظاہر کی گئی۔ حضرت علیؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی! تمہاری کوشش سے ایک آدمی کا بھی دین حق قبول کر لینا دنیا کی بڑی سے بڑی دولت سے بھی بڑھ کر ہے" (صحیح مسلم باب خیبر)

اس سے زیادہ یہ کہ اسلام نے اپنے پیرو مرشد پر خیر کی دعوت امر بالمعروف۔ نہی عن المنکر اور تواصو بالحق یعنی باہم ایک دوسرے کو سچائی کی نصیحت کرنا ضروری قرار دیا ہے اور مسلمانوں کا یہ فرض بتایا ہے کہ وہ اپنے ساتھ دوسروں کو بھی تاریکی سے نکالنے کی جدوجہد کریں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ ہر قسم کے خطرات سے بے پروا ہو کر پیامِ الٰہی لوگوں تک پہنچایئے اور اگر ایسا نہ کیا تو رسالت کا فرض انجام نہیں دیا۔ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۔ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (سورہ مائدہ ع ۱۰)

**اس کی وسعت**

اس کے بعد اس فریضۂ تبلیغ کی وسعت کی بحث ہے۔ پیغامِ الٰہی سچائی کا ایک بہتا چشمہ ہے جو آہستہ آہستہ قدرتی رفتار سے پہلے اپنے قریب کی زمین کو پھر آگے کو، پھر اس سے آگے کو سیراب کرتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ زمین کے کناروں تک پہنچ جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس تبلیغ کا حکم اسی تدریج کے ساتھ ہوا۔ سب سے پہلے خاص اپنے گھر اور خاندان کے لوگوں کو سمجھانے کا حکم ہوا وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (شعراء ع ۱۱) اور اپنے سب سے نزدیک کے اہلِ خاندان کو آگاہ و ہشیار کر" اس کے بعد یہ دائرہ بڑھ کر شہرِ مکہ اور اس کے اطراف کی آبادیوں تک پہنچتا ہے۔ لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا (شوریٰ ع ۱) تا کہ تو مکہ اور جو اس کے آس پاس (کے بدوی) ہیں ان کو آگاہ و ہشیار کرے۔ اب تبلیغ کا دائرہ اس سے بھی آگے بڑھتا ہے اور ہر زندہ روح یعنی سمجھ بوجھ احساس وعقل وغیرہ حقیقی زندگی کی علامتیں جس میں موجود ہوں اس کی مخاطب ہوتی ہے۔ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا (یٰس ع ۵) یہ قرآن تو صرف ایک نصیحت

اور صاف صاف خدا کا کلام ہے تاکہ وہ اس کو ہشیار کرے جو زندہ ہے"۔ پھر جس تک بھی وہ آواز پہنچ جائے سب اس کا مخاطب ہے۔ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ (انعام ع ۲) "تاکہ میں تمہیں آگاہ و ہشیار کروں اور ان کو جن تک میری یہ آگاہ و ہشیار کرنے والی آواز پہنچے"۔ پھر تمام انسانوں تک اس کی وسعت ہوتی ہے۔ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ (ابراہیم ع ۷) "یہ قرآن تمام انسانوں کے لیے پیغام ہے"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوا وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۝ "اور ہم نے تم کو تمام انسانوں کے لیے خوشخبری سنانے والا اور ہشیار کرنے والا بنا کر بھیجا"۔ آپؐ کو حکم ہوا کہ تمام انسانوں کو خطاب کر کے یہ اعلان فرمادیں۔ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (الاعراف ع ۲۰) "اے لوگو! میں تم سب کی طرف خدا کا پیغام دے کر بھیجا گیا ہوں"۔ اس سے زیادہ یہ ہے کہ تمام کائنات آپؐ کی دعوت و تبلیغ کے دائرہ میں داخل ہے۔ فرمایا تَبٰرَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۨالَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الفرقان ع ۱) "برکت والا ہے وہ خدا جس نے حق اور باطل میں امتیاز بتانے والی کتاب اپنے بندہ (محمدؐ) پر نازل کی تاکہ وہ دنیا جہان کے ہشیار و آگاہ کرنے والا ہو۔ وہ خدا جس کی ملکیت میں آسمانوں کی اور زمین کی سلطنت ہے"۔ اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اس تبلیغ و دعوت کی وسعت اور اس میں کامیابی کی خوشخبری عین اس وقت دے دی گئی تھی جب مسلمانوں کے دلوں میں ایک قسم کی مایوسی چھائی ہوئی تھی۔ چنانچہ آیت ذیل نازل ہوئی: اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ (ص۔ ع ۵)۔ "یہ قرآن دنیا کے لیے نصیحت ہے اور تم ایک زمانہ کے بعد اس کی خبر جان لوگے"۔ انبیاء اور بانیان مذاہب کے عملی نمونوں اور مثالوں کی تلاش اور جستجو کرو تو یہ حقیقت اور زیادہ واضح ہو جائے گی کہ اسلام کے سوا اور جو مذہب تبلیغی سمجھے جاتے ہیں وہ حقیقت میں تبلیغی نہیں۔ خود بدھ نے ہندوؤں کے علاوہ کسی کو اپنی نجات کا راستہ نہیں بتایا اور نہ اس کا حکم دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسرائیل کے علاوہ کسی دوسری قوم کو نہ اپنا وعظ سنایا اور نہ ان کو اپنا مخاطب بنایا اور نہ ان میں سے کسی کو اپنا شاگرد کیا۔ نہ کسی دوسری قوم میں اپنی زندگی میں اپنا واعظ اور مبلغ بھیجا۔ حالانکہ فلسطین میں رومیوں اور یونانیوں کی بڑی جماعت موجود تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں رہ کر مکہ اور اس کے آس پاس لوگوں کو بیدار و ہشیار کیا۔ حج کے موسم میں عرب کے ایک ایک قبیلہ کے پاس جا کر حق کا پیغام پہنچایا اور اسی زمانہ میں یمن اور حبشہ تک آپ کی آواز پہنچ گئی اور لوگ تلاش حق

# نذرانۂ عقیدت

حبیب اسلامپوری

جس دل کو مصطفےٰؐ کی محبت، نصیب ہے
رحمت خدائے پاک کی اُس کے قریب ہے

پروانہ وار اُنؐ پہ صحابہؓ نثار ہیں
قربانیوں کی داستاں کتنی عجیب ہے

انجم ہیں آسمانِ ہدایت کے وہ تمام
شانِ صحابہؓ اصل میں شانِ حبیبؐ ہے

عشقِ نبیؐ سے دولتِ کونین مل گئی
قدسی کہاں ہیں یہ تو گدا کا نصیب ہے

ذکرِ صحابہؓ رات دن کرتا رہے قمرؔ
اعزاز کی یہ بات ہے ان کا خطیب ہے

قمر حجازی کی کتاب "شانِ صحابہؓ" سے متاثر ہو کر لکھی گئی

کے لیے آپ کے پاس آئے۔ مدینہ منورہ آئے تو قریش گو برسوں تک دوسرے قبیلوں تک اسلام کے پہنچنے میں سدراہ بنے رہے پھر بھی مبلغ اور داعی بھیج کر قبیلوں تک آواز پہنچائی گئی اور بالآخر قریش کے خلاف اس لیے تلوار اٹھائی گئی کہ اسلام کو تبلیغ کی پُرامن آزادی ملے۔ چھ برس کے جنگ و جدل کے بعد حدیبیہ میں قریش نے اسلام کے اس مطالبے کو تسلیم کیا اور تبلیغ کی آزادی عطا کی۔ قرآن نے اسلام کی اس روحانی فتح کو فتح مبین قرار دیا اور "اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا" نازل ہوئی (صحیح مسلم باب صلح الحدیبیہ) اس کے بعد ہی عرب اور بیرون عرب میں اسلام کے داعی نظ۔ قاصد اور مبلغ بھیجے گئے اور دنیا کے امراء اور سلاطین کو دعوتِ اسلام کے خطوط لکھے گئے اور عربوں کے علاوہ دیلم۔ ایران۔ حبش اور روم کے طالب آئے اور فیضانِ حق سے سیراب ہوئے۔ مشرکین عرب۔ یہود۔ عیسائی اور پارسی سب نے آپؐ کے زمانہ ہی میں آپؐ کے نور سے روشنی حاصل کی لیکن نفس تبلیغ کی فرضیت و اہمیت سے بھی زیادہ اور اہم چیز تبلیغ کے اصول ہیں الخ (سیرت النبی جلد چہارم)

(جاری ہے)

# نعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

جناب انجم نیازی

تیرا اِک اک نقشِ طیّب عرش پر محفوظ ہے
وہ زمیں وہ آسماں وہ رہگزر محفوظ ہے

جس نے پایا تھا اندھیروں میں اُجالوں کا مزاج
نُور کے دامن میں اب تک وہ نظر محفوظ ہے

آج تک پہنچا نہیں انساں کوئی اس کے قریب
آج تک معراج کی شب کا سفر محفوظ ہے

جس کو سینچا تھا محبّت سے ترے اصحاب نے
آندھیوں کے شور و شر میں وہ شجر محفوظ ہے

مِٹ گئے اس کو مِٹانے والے اپنے آپ ہی
تیرا گھر، تیری زمیں تیرا نگر محفوظ ہے

میرے ہونٹوں پہ رہے گا تیرا ہی اسمِ عظیم
جب تلک میرے بدن پر میرا سَر محفوظ ہے

---

دُنیا میں اور بھی ہیں مگر آپ آپ ہیں
معصوم تو کئی ہیں مگر آپ آپ ہیں

چمکی ہے جس طرف بھی تقدّس کی روشنی
نظریں اُدھر اُٹھی ہیں مگر آپ آپ ہیں

اِک سے ہے ایک بڑھ کے بڑا کائنات میں
سارے نبی نبی ہیں مگر آپ آپ ہیں

کتنے ہیں جن کی راہ میں شفق رنگ بدلیاں
بے ساختہ جھکی ہیں مگر آپ آپ ہیں

یوں تو کئی ہیں جن کے حسیں لمس کے لیے
پلکیں بچھی ہوئی ہیں مگر آپ آپ ہیں

---

حِرا کی اوٹ میں کونین کے در کھولنے والا
فرشتوں سے فرشتوں کی زباں میں بولنے والا

گلابوں سے کہیں بڑھ کر معطّر جسم کا مالک
وہ انسانوں کے دل میں نور کا رس گھولنے والا

کڑے سے بھی کڑے وقتوں میں گھبرایا نہیں ہرگز
کسی بھی آزمائش میں کبھی نہ ڈولنے والا

وہ پہلی جست میں پہنچا تھا گھر سے عرش تک انجمؔ
ہتھیلی پر زمین و آسماں کو تولنے والا

# محبتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور فضائلِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا سہارنپوری رحمہ اللہ

علماء نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کی مختلف علامات لکھی ہیں۔ قاضی عیاضؒ (محدث) فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی چیز کو محبوب رکھتا ہے اس کو ماسوٰی پر ترجیح دیتا ہے۔ یہی معنی محبت کے ہیں ورنہ محبت نہیں محض دعویٰ محبت ہے۔ پس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کی علامات میں سب سے مہتم بالشان یہ ہے کہ آپؐ کا اقتداء کرے، آپؐ کے طریقہ کو اختیار کرے اور آپؐ کے اقوال و افعال کی پیروی کرے۔ آپؐ کے احکامات کی بجاآوری کرے اور آپؐ نے جن چیزوں سے روک دیا ہے ان سے پرہیز کرے۔ خوشی میں۔ رنج میں تنگی میں وسعت میں ہر حال میں آپؐ کے طریقے پر چلے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

ترجمہ: آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو تم میرا اتباع کرو خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے ہیں بڑے رحم والے ہیں۔

**ایک ضروری تنبیہہ** اس آزادی کے زمانے میں جہاں ہم مسلمانوں میں دین کے اور بہت سے امور میں کوتاہی اور آزادی کا رنگ ہے وہاں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی حق شناسی اور ان کے ادب و احترام میں بھی حد سے زیادہ کوتاہی ہے بلکہ اس سے بڑھ کر بعض دین سے بے پرواہ لوگ تو ان کی شان میں گستاخی تک کرنے لگتے ہیں حالانکہ صحابہ کرامؓ دین کی بنیاد ہیں۔ دین کے اول پھیلانے والے ہیں۔ ان کے حقوق سے ہم لوگ مرتے دم تک بھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے

فضل سے ان پاک نفوس پر لاکھوں رحمتیں نازل فرمائیں، کہ انہوں نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دین حاصل کیا اور ہم لوگوں تک پہنچایا اس لیے اس خاتمہ میں قاضی عیاض رح کی شفاء کی ایک فصل کا مختصر ترجمہ جو اس کے مناسب ہے درج کرتا ہوں اور اسی پر اس رسالہ کو ختم کرتا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں داخل ہے حضورؐ کے صحابہؓ کا اعزاز و اکرام کرنا اور ان کے حق کو پہچاننا اور ان کا اتباع کرنا اور ان کی تعریف کرنا اور ان کے لیے استغفار اور دعائے مغفرت کرنا اور ان کے آپس کے اختلاف میں لب کشائی نہ کرنا اور مورخین، شیعہ، بدعتی اور جاہل راویوں کی ان خبروں سے اعراض کرنا جو ان حضرات کی شان میں نقص پیدا کرنے والی ہوں اور اس نوع کی کوئی روایت اگر سننے میں آئے تو اس کی کوئی اچھی تاویل کرے اور کوئی اچھا محمل تجویز کرے کہ وہ اس کے مستحق ہیں اور ان حضرات کو بُرائی سے یاد نہ کرے بلکہ ان کی خوبیاں اور ان کے فضائل بیان کیا کرے اور عیب کی باتوں سے سکوت کرے جیساکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب میرے صحابہ کا ذکر ہو (یعنی برا ذکر) تو سکوت کیا کرو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے فضائل قرآن شریف اور احادیث میں بکثرت وارد ہیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِى التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِى الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا

(ترجمہ) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپؐ کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں سخت ہیں اور آپس میں مہربان اور اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کرنے والے ہیں کبھی سجدہ کرنے والے ہیں اور اللہ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کی عبدیت کے آثار بوجہ تاثیر ان کے سجدہ کے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔ یہ ان کے اوصاف توراۃ میں ہیں اور انجیل میں ان کی مثال یہ ذکر کی ہے کہ جیسے کھیتی کہ اس نے اول اپنی سوئی نکالی پھر اس نے اپنی سوئی کو قوی کیا یعنی وہ کھیتی موٹی ہوگئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی

عَظِیْمًا (سورۃ الفتح آخری رکوع)

صحابہؓ میں اوّل ضعف تھا پھر روز افزوں قوت بڑھتی گئی اور اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو اس لیے یہ نشوونما دیا) تاکہ ہوئی کہ کسانوں کو بھی بھلی معلوم ہونے لگی (اسی طرح ان کافروں کو حسد میں جلاوے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے ان صاحبوں سے جو کہ ایمان لائے اور نیک کام کر رہے ہیں مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔"

یہ ترجمہ اس صورت میں ہے کہ توراۃ پر آیت ہو اور آیت کے فرق سے ترجمہ میں بھی فرق ہو جائے گا جو تفاسیر سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اس سورۃ میں دوسری جگہ ارشاد ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا وَمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا

(ترجمہ) تحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے (جو کہ آپ کے ہمسفر ہیں) خوش ہوا جبکہ یہ لوگ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ (اخلاص اور عزم) تھا اللہ تعالیٰ کو وہ بھی معلوم تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں اطمینان پیدا کر دیا تھا اور ان کو ایک لگتے ہاتھ فتح بھی دے دی (مراد اس سے فتح خیبر ہے جو اس کے قریب ہی ہوئی) اور بہت سی غنیمتیں بھی دیں اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔"

یہ ہی وہ بیعت ہے جس کو بیعت الشجرہ کہا جاتا ہے۔ صحابہؓ کے بارے میں ایک جگہ ارشاد خداوندی ہے۔ رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه فمنهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظروا ما بدلوا تبديلا۔

ترجمہ۔ ان مومنین میں ایسے لوگ ہیں کہ انہوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اس میں سچے اترے پھر ان میں سے بعض تو ایسے ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے (یعنی شہید ہو چکے) اور بعض ان میں اس کے مشتاق و منتظر ہیں (ابھی شہید نہیں ہوئے) اور اپنے ارادہ میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا۔

ایک جگہ ارشاد خداوندی ہے:

والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنهم

اور جو مہاجرین و انصار (ایمان لانے میں سب امت سے) مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی

ورضوا عنه واعد لهم جنت تجری تحتها الانھر خلدین فیھا ابدًا ذلک الفوز العظیم۔ (پ ۱۱ سورۃ التوبہ)

ہوا اور وہ سب اللہ سے راضی ہوئے۔ اللہ تعالےٰ نے ان کے لیے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔"

ان آیات میں اللہ جلشانہ نے صحابہؓ کی تعریف اور ان سے خوشنودی کا اظہار فرمایا ہے۔ اسی طرح احادیث میں بھی بہت کثرت سے فضائل وارد ہوئے ہیں۔ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ کا اقتدار کیا کرو۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ "میرے صحابہؓ ستاروں کی طرح ہیں جس کا اتباع کروگے ہدایت پاؤگے۔" محدثین کو اس حدیث میں کلام ہے اور اسی وجہ سے قاضی عیاضؒ پر اس کے ذکر کرنے میں اعتراض ہے مگر ملّا علی قاری (حنفی محدث) نے لکھا ہے کہ ممکن ہے کہ تعدّد طرق کی وجہ سے ان کے نزدیک قابلِ اعتبار ہو یا فضائل میں ہونے کی وجہ سے ذکر کیا ہو (کیونکہ فضائل میں معمولی ضعف کی روائتیں ذکر کردی جاتی ہیں)۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے صحابہ کی مثال کھانے میں نمک کی سی ہے کہ کھانا بغیر نمک کے اچھا نہیں ہوسکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اللہ سے میرے صحابہ کے بارے میں ڈرو۔ ان کو ملامت کا نشانہ نہ بناؤ۔ جو شخص ان سے محبت رکھتا ہے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھتا ہے اور جو ان سے بُغض رکھتا ہے وہ میرے بُغض کی وجہ سے بغض رکھتا ہے۔ جو شخص ان کو اذیت دے اس نے مجھ کو اذیّت دی اور جس نے مجھ کو اذیّت دی اس نے اللہ کو اذیّت دی اور جو شخص اللہ کو اذیّت دیتا ہے قریب ہے کہ پکڑ میں آجائے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ میرے صحابہ کو گالیاں نہ دیا کرو۔ اگر تم میں سے کوئی شخص احد کے پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو وہ ثواب کے اعتبار سے صحابہؓ کے ایک مُد یا آدھے مُد کے برابر بھی نہیں ہوسکتا اور حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص صحابہ کو گالیاں دے اس پر اللہ کی لعنت اور فرشتوں کی لعنت اور تمام آدمیوں کی لعنت۔ اس کا فرض مقبول ہے نہ نفل۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ کے علاوہ تمام مخلوق میں سے میرے صحابہؓ کو چھانٹا ہے اور ان میں سے چار کو ممتاز کیا ہے۔ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ ان کو میرے سب صحابہ سے افضل قرار دیا۔ ایوب سختیانی کہتے ہیں کہ جس شخص نے ابوبکرؓ سے محبت کی اس نے دین کو سیدھا کیا

اور جس نے عمرؓ سے محبت کی اس نے دین کے واضح راستے کو پالیا اور جس نے عثمانؓ سے محبت کی وہ اللہ کے نور کے ساتھ منور ہوا اور جس نے علیؓ سے محبت کی اس نے دین کی مضبوط رسّی کو پکڑ لیا - جو صحابہؓ کی تعریف کرتا ہے وہ نفاق سے بری ہے اور جو صحابہؓ کی بے ادبی کرتا ہے وہ بدعتی، منافق، سنّت کا مخالف ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اس کا کوئی عمل قبول نہ ہو یہاں تک کہ ان سب کو محبوب رکھے اور ان کی طرف سے دل صاف ہو۔ ایک حدیث میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اے لوگو! میں ابوبکرؓ سے خوش ہوں تم لوگ ان کا مرتبہ پہچانو۔ میں عمرؓ سے، عثمانؓ سے علیؓ سے طلحہؓ سے، زبیرؓ سے، سعدؓ سے سعیدؓ سے، عبد الرحمٰنؓ بن عوف سے، ابو عبیدہؓ سے خوش ہوں، تم لوگ ان کا مرتبہ پہچانو۔ اے لوگو! اللہ جلّشانہٗ نے بدر کی لڑائی میں شریک ہونے والوں کی اور حدیبیہ کی لڑائی میں شریک ہونے والوں کی مغفرت فرمادی۔ تم میرے صحابہ کے بارے میں میری رعایت کیا کرو اور ان لوگوں کے بارے میں جن کی بیٹیاں میرے نکاح میں ہیں یا میری بیٹیاں ان کے نکاح میں ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ قیامت میں تم سے کسی قسم کے ظلم کا مطالبہ کریں کہ وہ معاف نہیں کیا جائے گا۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ میرے صحابہ اور میرے دامادوں میں رعایت کیا کرو۔ جو شخص ان کے بارے میں میری رعایت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ جلّشانہٗ دنیا اور آخرت میں اس کی حفاظت فرمائیں گے اور جو ان کے بارے میں میری رعایت نہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے بری ہیں اور جس سے اللہ تعالیٰ بری ہیں کیا بعید ہے کہ کسی گرفت میں آجائے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص صحابہؓ کے بارے میں میری رعایت کرے گا میں قیامت کے دن اس کا محافظ ہوں گا۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ جو میرے صحابہؓ کے بارے میں میری رعایت رکھے گا وہ میرے حوض کوثر پر پہنچ سکے گا اور جو ان کے بارے میں میری رعایت نہ کرے گا وہ میرے پاس حوض تک نہیں پہنچ سکے گا اور مجھے دور ہی سے دیکھے گا۔ سہلؒ بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ جو شخص حضورؐ کے صحابہؓ کی تعظیم نہ کرے وہ حضورؐ پر ایمان نہیں لایا —

اللہ جلّشانہٗ اپنے لطف و فضل سے اپنی گرفت سے اور اپنے محبوب کے عتاب سے مجھ کو اور میرے دوستوں کو اور میرے محسنوں کو اور ملنے والوں کو، میرے مشائخ کو میرے تلامذہ کو اور سب مومنین کو محفوظ رکھے اور ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی محبت سے ہمارے دلوں کو بھر دے۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان علی سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ الطیبین الطاہرین وعلی اتباعہ واتباعھم حملۃ الدین المتین۔ (ماخوذ از حکایت صحابہؓ)

ابن الطفیل روایت کرتے ہیں: میں بچہ تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور قریب آکر کھڑی ہوگئی۔ آپ نے اس کے لیے اپنی چادر بچھا دی، وہ اس پر بیٹھ گئی۔ میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون تھی؟ جواب ملا۔ اس کی ماں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خلیق کوئی بھی نہ تھا جب آپ کے صحابہؓ میں سے یا اہل بیت میں سے کوئی آپ کو پکارتا تو اس کے جواب میں آپ فرماتے۔ لبیک۔

# نعتِ سرورِ کونین

بے چین رجپوری (بدایونی)

ظلمتوں کو حضورؐ نے اُجال دیا
تیرہ بزمِ اُناس کو جمال دیا

تھے جو صحرائی پا پیکوں سے خارِ شتر
آپؐ نے ان کو خوشگوار حال دیا

معصیت کی تھی خوگری کہ جن کو انہیں
ربِّ اکبر کے آگے ابتہال دیا

دُور بے ہنگمی ہوئی حضورؐ نے جب
ذہن و افکارِ عام کو سنبھال دیا

حق و باطل کا تھا نہ امتیاز جنہیں
علم و فرزان کا انہیں کمال دیا

جابروں کی گرفت سخت آپؐ نے کی
زُعم ہر چیرہ دست کا نکال دیا

زندگی میں تھے جن کے زخم رِستے ہوئے
فخرِ آدم نے ان کو اندمال دیا

ٹھوس تعمیرِ زیست کا ہو جس سے عمل
مصطفےٰؐ نے وہ غور وہ سگال دیا

جنسِ آدم نہ پا سکی تھی جس کو کبھی
جادۂ ارتقا میں وہ مجال دیا

از روئے شفقت و تکرمات و عطا
مصطفےٰؐ نے بشر کو کر نہال دیا

واہ! بےچین! واہ! مصطفےٰؐ کا کرم!
کیسا! بہبودیوں کا اعتماد دیا!

# رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی مقبولیت

## کائناتِ عالم کی شہادتیں

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع ؒ بانی دارالعلوم کراچی

نہ من براں گل عارض غزل سرائم وبس
کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزار انند

سرورِ کائنات فخرِ موجودات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت اور فوق العادات اخلاق و اعمال - آپ کا صدق و اخلاص - امانت و دیانت - حقانیت و ربانیت ان چیزوں میں جس کو عقل و بصیرت کا کوئی حصہ ملا ہے وہ اس کے روشن آفتاب سے نظر نہیں چرا سکتا - یہی وجہ ہے کہ دنیا کے عقلاء و حکماء - عوام و خواص سب ہی نے آپ کے قدموں میں پناہ لی ہے - ہر قوم و جماعت کے اعلیٰ طبقہ نے آپ کی حقانیت کی شہادت و اقرار اور آپ کی غلامی کے اختیار کو مایۂ افتخار سمجھا ہے جس سے تاریخ عالم کے صفحات لبریز ہیں - لیکن ان میں ممکن ہے کہ شیرہ چشم مخالفین یہ کہہ دیں کہ ان کی رائے کی غلطی ہے - ہم تسلیم نہیں کرتے مگر حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت اور حقانیت کی شہادتیں فقط انہیں عقلاء اور افرادِ انسانی پر منحصر نہیں رکھیں بلکہ بہت سی ایسی چیزوں سے اس کی شہادتیں عالمِ انسان پر واضح فرمادی ہیں جن کو انسان غیر شعور اور لا یعقل کہتا ہے - یہ شہادات درحقیقت عالمِ غیب کی شہادات ہیں - ان کو رائے کی غلطی کہہ کر نہیں جھٹلایا جا سکتا - اس وقت اس مضمون میں انہیں شہادات کے چند نمونے نقل کیے جاتے ہیں -

**تنبیہ** یہ واقعات تاریخ وسیر کی معتبر کتابوں سے منقول ہیں۔ اخباری افسانے نہیں۔ ایسے ثقہ لوگوں کی روایات ہیں کہ اس کا اعتبار نہ کیا جائے تو گزشتہ زمانے کی تاریخ اور واقعات ماضیہ کے صحیح ماننے کا پھر کوئی ذریعہ باقی نہیں رہتا۔

**آلاتِ گمراہی (بتوں) کی زبان پر کلمۂ اسلام**

بُت حمایت کریں سچائی کی
شان ہے تیری کبریائی کی

## حضرت عباس بن مرواس کے اسلام کا عجیب واقعہ

حضرت عباس بن مرواس رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابی ہیں۔ اسلام سے پہلے عرب کے عام لوگوں کی طرح یہ بھی بُت پرستی میں مبتلا تھے۔ ان کا ایک مخصوص بُت تھا جس کا نام ضمار پکارا جاتا تھا اور یہ ان کا خاندانی اور جدّی معبود تھا۔ ان کے والد مرواس جب مرنے لگے تو اپنے صاحبزادہ عباس کو وصیت کی کہ بیٹا ہمیشہ ضمار کی پرستش (پوجا) کرتے رہنا۔ اس میں غفلت نہ ہو کیونکہ ہمارے نفع ونقصان کا وہی مالک ہے۔ عباس اپنے والد کی وصیت کے مطابق اس کی پوجا کرنے لگے۔ ایک روز حسبِ عادت اس کی پرستش میں موجود تھے کہ یکایک ضمار کے اندر سے ایک آواز سنائی دی۔ کان لگایا تو یہ اشعار پڑھ رہا تھا ؎

مَن لِلقبائل من سُلیم کُلّھا ۔۔۔ اَزدی ضمار وعاش اھل المسجد

اب نبی سلیم کے قبائل کا کون مددگار ہوگا۔ ضمار ہلاک ہو چکا اور اہلِ مسجد باقی رہے

اِنّ الناس وَرِث النبوۃ وَالھدیٰ ۔۔۔ بعد بن مریم مِن قریشٍ مھتد

بے شک ہدایت پر وہ ذات مقدس ہے جو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بعد نبوت وہدایت کی وارث ہوئی ہے۔

اَزدی ضمار کان یعبد مدۃً ۔۔۔ قبل الکتاب الی النبی محمّد

ضمار کی حکومت ختم ہوئی حالانکہ نبی محمّد صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب نازل ہونے سے پہلے ایک مدت تک اس کی پرستش ہوتی رہی۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس حیرت انگیز واقعہ نے میرے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کا ولولہ پیدا کر دیا۔ میں نے اپنی قوم بنی حارثہ کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ منورہ کا قصد کیا۔

مدینہ پہنچ کر جب ہم مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دور سے دیکھتے ہوئے تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ عباس! تم مسلمان ہونے کے لیے کیسے آ گئے۔ میں نے سارا قصہ سنایا۔ آپ نے فرمایا کر صحیح کہتے ہو۔ اس کے بعد ہی میں اور میری ساری قوم مشرف باسلام ہو گئی۔ (سیرت حلبیہ ج اول ص ۱۹۳)

### نصرتِ الٰہی

ھجرت کے ۲۵ ویں مہینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ بنی ثعلبہ اور محارب کی ایک جماعت نے آپؐ کے محاصرے کا قصد کیا ہے۔ دعثور بن الحارث اس جماعت کا سرغنہ تھا۔ حضورؐ چار سو پچاس مسلمانوں کے ساتھ مقابلے کے لیے نکلے۔ وہ لوگ پہاڑوں میں چھپ گئے۔ حضورؐ اور آپؐ کے اصحاب بارش سے بھیگ گئے آپؐ نے اپنے کپڑے اتار کر خشک ہونے کو ایک درخت پر پھیلا دیے اور خود ایک کروٹ لیٹ گئے۔ دشمنوں کا سرغنہ دعثور اس اثنا میں تلوار اٹھائے آپؐ کے سرہانے آ کھڑا ہوا۔ کہنے لگا: "آج تمھیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟" آپ نے فرمایا: "اللہ۔" اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھالی، اور فرمایا: "اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟" اس نے کہا: "کوئی نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔" وہ اپنی قوم کے پاس واپس گیا اور انھیں بھی اسلام کی دعوت دی۔ اسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: "اے ایمان والو! اپنے اوپر اللہ کے انعام کو یاد کرو، جب ایک قوم نے تم پر دست درازی کا ارادہ کیا تو اللہ نے ان کا ہاتھ روک دیا۔"

(ابن سعد)

### حضرت مازنؓ بن غضوبہ کا اسلام لانے کا حیرت انگیز واقعہ

حضرت مازنؓ بن غضوبہ ایک بلند پایہ صحابی ہیں۔ وہ اپنے مسلمان ہونے کا واقعہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ عمان کے قریب ایک بستی سمائل کے نام سے مشہور تھی۔ وہاں ایک مشہور بت تھا جس کو "باجر" کہا جاتا تھا۔ میں بھی اس کی پوجا کے لیے جایا کرتا تھا۔ ایک روز میں وہاں پہنچا اور اس کے پاس جا کر ایک بکرا بطور نذر کے ذبح کیا۔ میں ابھی اس سے فارغ بھی نہ ہوا تھا کہ اچانک بت کے اندر سے آواز آئی۔ سنا گیا تو یہ کلمات کہہ رہا تھا

اِسمع تسر۔ ظهر خیرٌ وبطن شرٌ۔ بُعث نبیٌ من مضر۔ بدین الکبر
ندع نعیتاً من حجر۔ تسلم من حرّ سقر

(سنو۔ خوش ہو گے۔ ایک خیر عظیم ظاہر ہو گئی اور شر چھپ گیا۔ قبیلہ مضر میں سے ایک نبی اللہ تعالیٰ کے سچے دین کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں۔ سو اب پتھر کے تراشے ہوئے بت کو چھوڑ دو کہ جہنم کے عذاب سے محفوظ رہو۔)

حضرت مازنؓ فرماتے ہیں کہ اس حیرت انگیز آواز سے میں تعجب میں ضرور پڑ گیا مگر میں نے اپنے آبائی دین کو ترک نہ کیا اور برابر اس بت کی پرستش کرتا رہا۔ یہاں تک کہ پھر ایک روز میں نے اس کے نذرانہ کے لیے ایک بکرا ذبح کیا تو پھر اس کے اندر سے آواز پیدا ہوئی۔ سنا تو یہ رجز کے شعر پڑھ رہا تھا

اَقبل اِلَیّ اَقبل ۔ تسمع ما لاتجهل ۔ هٰذا نبیؐ مرسل ۔ جاء بحق مُنَزل

(میری طرف اچھی طرح متوجہ ہو جاؤ تاکہ وہ بات سنو جس کو تم جہل کی بات نہ کہہ سکو گے ۔ یہ نبی مرسل ہیں جو اللہ کی طرف سے نازل شدہ دینِ حق لے کر آئے ہیں)

آمِنْ به کَیْ تعدِل ۔ عن حرّ نار تشعل ۔ وقودها بالجندل

(تم ان پر ایمان لاؤ تاکہ جہنم کی دہکتی آگ سے نجات پاؤ جس کے انگارے پتھر کے ہیں)

حضرت مازن رضؓ فرماتے ہیں کہ اب تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی اور میں نے سمجھ لیا کہ حق تعالیٰ مجھے کسی صحیح راستے کی طرف ہدایت کرنا چاہتے ہیں ۔ اتفاقاً انہی ایام میں ایک شخص اہلِ حجاز میں سے ہماری بستی میں پہنچ گیا ۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اپنے اطراف کی خبریں سناؤ ۔ اس نے نقل کیا کہ ہمارے بلاد میں ایک شخص پیدا ہوا ہے جس کا نام احمدؐ ہے ۔ جو کوئی اس کے پاس جاتا ہے اس سے کہتا ہے اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰہِ یعنی خدا کے داعی کی بات مانو ۔ حضرت مازنؓ فرماتے ہیں کہ میں نے سمجھ لیا کہ جو کلمات میرے کان میں خرقِ عادت کے طور پر ڈالے گئے ان کا مصداق یہی شخص ہے ۔ میں اٹھا اور پہلے اس بت کو توڑ ڈالا اور سواری کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ حق تعالیٰ نے اسلام کی حقانیت پر میرا شرحِ صدر اور اطمینان کامل کردیا ۔ میں مشرف باسلام ہوگیا اور یہ اشعار اسی وقت کہے

کَسَرْتُ بَادِرًا وکان لنا ربا نطوف به ضلا بتضلال

(میں نے بادر نامی بت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے حالانکہ پہلے وہ ہمارا معبود تھا ۔ ہم گمراہی در گمراہی کی وجہ سے اس کا طواف کیا کرتے تھے)۔

بالهاشمی هدانا من ضلالتنا ولم یکن دینه شیئًا علی بالی

(حق تعالیٰ نے مجھے بنی ہاشمی کے ذریعہ میری گمراہی سے نجات دی حالانکہ ان کا مذہب کبھی میرے خیال میں بھی نہیں آیا تھا ۔

## صحبت نبوی کا کیمیاوی اثر حضرت مازن کے اخلاق و اعمال پر

حضرت مازن رضؓ فرماتے ہیں کہ مشرف باسلام ہوتے ہی مجھے اپنے اعمال و اخلاق کی اصلاح کی فکر ہوئی اور عرفی حیاء کو بالائے طاق رکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں تین سخت گناہوں کا عادی ہوں ۔ ایک گانا بجانا ۔ دوسرے شراب خوری ۔ تیسرے فاحشہ عورتوں سے تعلق ۔ آپ حق تعالیٰ سے دعا فرما دیجئے کہ

بُری خصلتیں مجھ سے چھوٹ جائیں۔ مجھ میں سچی حیا اور عفت پیدا ہو جائے اور میرے کوئی لڑکا پیدا ہو جائے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ یا اللہ! ان کو گانے بجانے کے بجائے تلاوتِ قرآن کی اور حرام کے بجائے حلال کی اور شراب کے بجائے ایک شربت کی عادت ڈال دے جس میں کوئی گناہ نہ ہو اور ان کو زنا کے بجائے عفت کی توفیق دے اور ولد صالح عطا فرما۔

حضرت مازنؓ فرماتے ہیں کہ اس دُعا کی مقبولیت چند ہی روز میں میں نے آنکھوں سے دیکھ لی کہ میں نے نصف قرآن حفظ کر لیا اور یہ تمام ناپاک عادتیں مجھ سے چھوٹ گئیں۔ ہماری بستی قحط زدہ تھی سرسبز ہو گئی اور بس نے چار عورتوں سے نکاح کیا اور حق تعالیٰ نے مجھے حیاّن (جیسا صالح) لڑکا عطا فرمایا۔ اس کی خوشی میں حضرت مازن نے ایک قصیدہ لکھا جس کے چند اشعار یہ ہیں ؎

الیک رسول اللہ خَبّت مطیتی ۔۔۔ تجوب الغیافی من عمانٍ الی العرج

یا رسول اللہ! میری سواری نے آپ ہی کی طرف اس طرح مشتاقانہ رُخ کیا کہ عمان سے عرج تک جنگلوں کو قطع کرتی ہوئی چلی آئی۔

لِتشفع لی یا خیر من وطی الحصا ۔۔۔ فیغفرلی ذنبی وارجع بالفلج

سب زمین پر چلنے والوں میں بہترین ہستی تاکہ آپ میری شفاعت فرمائیں تو میرے گناہ معاف ہو جائیں اور میں کامیابی کے ساتھ واپس ہوں۔

الی معشر خالفت فی اللہ دینھم ۔۔۔ ولا رائیھم رَأیی ولا شرجھم شرجی

ایک ایسی قوم کی طرف کہ میں نے محض اللہ کے لیے ان کے مذہب کی مخالفت اختیار کر لی ہے اور اب نہ میری رائے ان کے موافق ہے اور نہ میرا طریقہ ان کے طریقہ کے مطابق

وکنت امرأً بالعھر والخمر مولعا ۔۔۔ شبابی حتی اذن الجسم بالنھج

اور میں تمام زمانۂ شباب میں زنا و شراب کا سخت عادی اور حریص آدمی تھا یہاں تک کہ جسم بالکل لاغر اور ضعیف ہو گیا۔

فبدّلنی بالخمر خوفاً وَّ خشیۃ ۔۔۔ وبالعھر احصانا فحصن لی فرجی

مجھے اللہ تعالیٰ نے شراب کے بجائے خوف و خشیت اور زناکاری کے بجائے عفت فرج عطا فرمائی۔

فاصبحت همی فی الجهاد ونیتی　　فللّٰهِ ما صومی وللّٰهِ ما حجی

پس میں نے اپنے ارادہ اور نیت کو جہاد میں صرف کر دیا۔ پس اللہ ہی کی طرف سے ہے میرا روزہ اور میرا حج۔

حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات عامہ کا عجیب منظر ہے کہ بُت ہدایت کا سبب بن رہے ہیں

ع　مچھلیاں دشت میں پیدا ہوں ہرن دریا میں

**قبیلہ خثعم کا ایک بُت**

اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت سے قبیلہ خثعم کا منقول ہے کہ وہ اپنے بُت کے پاس پرستش میں مشغول تھے اس کے اندر سے آواز سُنی جس میں چند اشعار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی طرف متوجہ کیا گیا تھا۔ (یہ اشعار بوجہ اختصار کے اس جگہ نقل نہیں کیے) یہ لوگ حیرت میں رہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں اور اسلام کیا چیز ہے یہاں تک کہ دو تین ہی روز کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور دعوتِ اسلام کی کیفیت کچھ آنے والوں سے پہنچی۔ یہ لوگ ابتداءً اس واقعہ کو محض وہم وخیال سمجھتے رہے۔ یہاں تک کہ پیہم اسی قسم کی آوازیں اپنے بُتوں سے سنتے رہے۔ بالآخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام کی حقیقت دریافت کی۔ حق تعالیٰ نے ان کا شرح صدر فرما دیا اور سارا قبیلہ بیک وقت داخلِ اسلام ہو گیا۔

**نتائج** : خدا تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا تماشہ دیکھئے کہ وہ بُت جو گمراہی کے ٹھیکیدار اور عالم انسان کو گمرد شرک میں مبتلا کرنے کے مخصوص آلات ہیں اور اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاس کے مصداق ہیں آج رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا کس شان سے استقبال کرتے ہیں کہ خود ہی لوگوں کو حق کی طرف ہدایت کر رہے ہیں۔ حق یہی ہے کہ مخلوقات کا ہر ذرہ تکوینی مشین کا ایک پرزہ ہے۔ اس کی ہر حرکت وسکون مشین کے چلانے والے کے تابع ہے۔ وہ جس سے جس وقت چاہے جو چاہے کام لے سکتا ہے۔ سچ ہے ؎

ذرہ ذرہ دہر کا وابستہ تقدیر ہے　　٭　　زندگی کے خواب کی جاتی یہی تعبیر ہے

یہ واقعات عجیبہ جس طرح حق سبحانہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے عجیب نمونے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عالی کے مظاہر ہیں۔ اسی طرح ان شپرہ چشم مخالفینِ اسلام کے لیے بھی آخری پیغامِ الٰہی اور

اتمام حجت ہیں جو حقانیتِ اسلام پر ہمیشہ پردہ ڈالنے کی فکر میں رہتے ہیں کہ اشاعتِ اسلام بزورِ تلوار کی گئی ہے۔ وہ آئیں اور عباس بن مرداس اور ان کے قبیلہ سے نیز قبیلہ مازن و خشعم سے اور قبیلہ عذرہ کے عقلاء سے دریافت کریں کہ ان پر کس نے تلوار چلائی تھی کہ اپنے آبائی مذہب و ملت کو چھوڑ چھاڑ کر بلادِ بعیدہ سے جنگلوں اور پہاڑوں کو طے کرتے ہوئے نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنے قبائل کی سیادت و ریاست کے مقابلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کو اپنا تاج سلطنت سمجھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنیٰ اشارہ پر اپنی گردنیں کٹوانے کے لیے میدان میں کھڑے نظر آنے لگے۔ اگر یہ لوگ سوال کرنے کی ہمت کر جائیں تو عجب نہیں کہ آج بھی ان بزرگوں کی مزارات سے بزبانِ حال یہ جواب ملے ؎

درونِ سینۂ من زخم بے نشاں زدۂ | بحیر تم کہ عجب تیر بے کماں زدۂ
خراب بادۂ لعلِ تو ہوشیار انند | غلام نرگسِ مستِ تو تاجدار انند

**ایک درخت کی آواز** حضرت صدیق اکبرؓ سے بعض لوگوں نے دریافت کیا کہ اسلام لانے سے پہلے آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی علامت کا مشاہدہ کیا تھا۔ فرمایا ہاں میں ایک روز ایک درخت کے سایہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک اس کی ایک شاخ نیچے جھکی اور میرے سر سے مل گئی۔ میں تعجب سے اس کو دیکھنے لگا تو اس میں سے ایک آواز آئی۔

هذا النبی یخرج فی وقت کذا و کذا۔ الخ

یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فلاں وقت ظاہر ہوں گے۔ آپ سب سے پہلے ان کی تصدیق کی سعادت حاصل کریں۔ (سیرت حلبیہ جلد اوّل ص ۱۹۸)

## درختوں کے پتوں اور پھولوں پر کلمہ شہادت

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جب ہم ہندوستان جہاد کے لیے گئے تو اتفاقاً ایک بَن میں گزر ہوا وہاں عجائب قدرت کا ایک نیا تماشہ دیکھا کہ ایک درخت کے سب پتے نہایت سُرخ رنگ کے تھے اور ہر پتے پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ سفید حرفوں میں لکھا ہوا تھا۔ اسی طرح بعض دوسرے حضرات کا بیان ہے کہ ہم ایک جزیرے میں پہنچے۔ وہاں ایک بہت بڑا درخت تھا جس کے ہر پتے پر قلم قدرت نے نہایت واضح اور خوشخط یہ کلمہ تین سطروں میں لکھا ہوا تھا۔ پہلی سطر میں لا الٰہ الا اللہ اور

دوسری میں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ اور تیسری میں اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام۔ اور بعض حضرات نے بیان کیا کہ ہم ہندوستان میں داخل ہوئے تو ایک گاؤں میں ایک گلاب کا درخت دیکھا جس کے پھول سیاہ رنگ مگر نہایت خوشبو دار تھے۔ اس کے پھول کی ہر پنکھڑی پر سفید حرفوں میں لکھا ہُوا تھا

لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ابوبکر الصدیق (سیرت حلبیہ ج اوّل ص۲۱۲)

یہ صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے شبہ ہُوا کہ یہ کلمہ کسی نے ان پھولوں میں لکھ دیا ہے۔ میں نے بغرض تحقیق اس کے ایک غنچۂ ناشگفتہ کو توڑا۔ دیکھا تو اس کے اندر سے بھی پھول کی ہر پتی پر یہی کلمہ صاف لکھا نکلا۔ پھر میں نے تحقیق کی تو معلوم ہُوا کہ اس بستی میں اس قسم کے پھول بکثرت ہیں اور عبرت کی یہ چیز ہے کہ ساری بستی پتھروں کی پرستش میں مبتلا تھی اور ابن مرزوق نے شرح بردہ میں اسی قسم کا واقعہ ایک درخت کے پھول کا نقل کیا ہے جس میں یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے

براءۃ من الرحمٰن الرحیم الی جنات النعیم۔ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ

اسی طرح بعض مورخین نے نقل کیا ہے کہ ہم نے بلادِ ہندوستان میں ایک درخت دیکھا جس کا پھل بادام کے برابر تھا اور اس پر دو چھلکے تھے۔ اوپر کا چھلکا اُتارنے کے بعد اندر سے ایک سبز پتہ لپٹا ہُوا نکلتا تھا جس پر سرخ رنگ میں نہایت خوشخط اور صاف طور پر کلمہ لکھا ہُوا تھا۔ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ۔ اس بستی کے لوگ اس درخت کو متبرک سمجھتے تھے۔ اگر قحط پڑتا تھا تو اس کے طفیل سے بارش طلب کیا کرتے اور ۸۰۹ھ میں ایک انگور کا دانہ پایا گیا جس کو بے شمار لوگوں نے دیکھا کہ اس پر قلم قدرت کے واضح لفظوں میں محمّد لکھا ہُوا تھا۔

اسی طرح ایک شخص نے ایک مچھلی پکڑی جس کے ایک بازو پر لا الٰہ الا اللّٰہ اور دوسرے پر محمد رسول اللّٰہ لکھا ہُوا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے تعظیماً اس کو پکڑ کے قید کرنا پسند نہ کیا اور پھر دریا میں چھوڑ دیا۔

اور حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رضی اللّٰہ عنہم سے مروی ہے کہ ہم آنحضرت صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک ایک پرندہ جانور آیا جس کی چونچ میں ایک بادام تھا۔ وہ اس نے مجلس میں ڈال دیا۔ نبی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے اس کو اٹھا لیا۔ اس میں ایک سبز رنگ کا کیڑا نکلا جس پر زرد رنگ سے لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ لکھا ہُوا تھا۔

(سیرت حلبیہ جلد اوّل)

(ماخوذ از شہادت کائنات مؤلفہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع)

## جناب مولانا حبیب الرحمن صاحب قاسمی مدیر ماہنامہ "دارالعلوم" دیوبند (بھارت)

امید کہ مزاج مبارک بعافیت ہوں گے۔

مجلہ "حق چار یارؓ" کے مرسلہ شمارے موصول ہو کر باصرہ نواز ہوئے۔ یہ چاروں شمارے اپنے وقیع مضامین، حسن ترتیب، کتابت و طباعت کی نفاست اور سرورق کی دیدہ زیبی غرضیکہ ہر اعتبار سے نہایت خوب ہیں۔ یوں تو شیعیت کی بنیاد ہی دہشت انگیزی اور جارحیت پر ہے لیکن ایران کے شیعی انقلاب کے بعد سے انہوں نے ایک نیا ہی رُخ اختیار کر لیا ہے جس کی جانب امت کی توجہ مبذول کرانا ایک اہم دینی و ملی فریضہ ہے۔ "حق چار یارؓ" اس فریضہ کی ادائیگی میں ایک اہم کردار ادا کر رہا ہے جو ہر لحاظ سے قابلِ تحسین ہے۔ ہند و پاک میں میری محدود معلومات میں یہی ایک ماہنامہ ایسا ہے جو مکمل طور پر شیعیت کی ظلمات کو ختم کرنے کے درپے ہے۔ دعا ہے کہ خدائے بزرگ و برتر اسے دن دوگنی رات چوگنی ترقیات سے نوازیں اور امت کو اس کی طرف متوجہ ہونے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ امید ہے کہ رسالہ ہر ماہ بھیجتے رہیں گے۔ ماہنامہ "دارالعلوم" بطور تبادلہ کے جاری کر دیا گیا ہے۔

## جناب مولانا محمد الیاس صاحب فیصل۔ المدینۃ المنورہ

ماہنامہ "حق چار یارؓ" کے تین شمارے موصول ہوئے۔ ظاہری و معنوی خوبیوں سے مزین اس پاکیزہ ماہنامے کے اجراء پر اپنے تمام احباب کی طرف سے آپ کو مبارکباد

پیش کرتا ہوں۔ برادرانِ اہل سُنّت کو چاہیے کہ رسالہ خود پڑھیں، دوسروں کو پڑھائیں، عمومی لائبریریوں میں پہنچائیں اور اس کی نشرواشاعت میں بھرپور حصّہ لیں۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو مقام صحابہؓ وپیغام صحابہ رضی اللہ عنہم کا نقیب و ترجمان بنائے اور آپ کی مساعی جمیلہ کو شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین۔

## جناب مولانا مدرار اللہ صاحب مدرار نقشبندی ڈسٹرکٹ خطیب مردان

مجھے موقر ماہنامہ "حق چار یارؓ" کے دو شمارے ملے جن کے مطالعہ سے مستفید ہوا۔ یہ گرانقدر مجلہ عالم ربانی حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی زیر سرپرستی شائع ہو رہا ہے مجلہ کے نام سے ظاہر ہے کہ اس کا مقصد وحید ہی صحابہ کرام خصوصاً خلفاء اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظمت اور ناموس کا تحفظ ہے۔ دفاع صحابہؓ ہر زمانے میں اہلسنّت والجماعت کی خصوصی توجہ کا مرکز رہا ہے اور اہلسنّت صحابہ کرامؓ کی مدافعت میں ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں کیونکہ ہمیں کتاب اللہ اور سنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی طرح اسلام کی تمام قدریں انہی کے توسط سے پہنچی ہیں اور انہوں نے ہی اسلامی تعلیمات کو بلاکم و کاست ہم تک پہنچایا ہے۔ حضور اقدس نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اسلام میں پیدا شدہ فرقوں میں سے صرف ایک فرقے کو نجات یافتہ قرار دیا اور اس کی علامت یہ ارشاد فرمائی کہ

"یہ فرقہ میرے اور میرے اصحابؓ کے نقشِ قدم پر چلتا ہے"

**ما انا علیه و اصحابی**

اور امتِ مسلمہ میں اس فرقے کا نام اہل سُنّت والجماعت ہے۔

حضرت امام اعظم واکرم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اہلسنّت کی نشانی یہ بتائی کہ

**تفضيل الشيخين وَحبُّ الختنين والمسح على الخفين**

یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ وحضرت عمر فاروق اعظمؓ کو افضل جاننا اور حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی حیدر کرارؓ سے محبت رکھنا اور موزوں پر مسح کرنا اہل سنّت کی نشانیوں میں سے ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ **الصحابۃ کلّھم عدول۔**

تمام صحابہ کرامؓ عادل اور ثقہ ترین امت ہیں اور ان کے عدل و ثقاہت کو مجروح کرنا خود کتاب وسنّت

کو مجروح کرنا ہے۔ اس قسم کے لوگوں کی کجروی کی انتہا یہ ہے کہ معاذ اللہ وہ قرآن مقدس میں بھی تحریفِ لفظی کے قائل ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اپنے اس عقیدے کا ٹیلی ویژن پر بھی برملا اظہار کر چکے ہیں۔

اس حقیقتِ حال کے پیشِ نظر میں مؤقر مجلہ "حق چار یار رض" کے اجراء و اشاعت کا تہ دل سے خیر مقدم کرتا ہوں اور توقع رکھتا ہوں کہ وہ اپنے ارفع مقصد تحفظ ناموسِ صحابہ رض میں بطریق احسن کامیاب ہوگا۔ حق تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے "چار یار رض" پر ہمیشہ اپنی رحمتیں نازل فرمائے ۔

رحمتِ حق نثارِ یارانش  بادبرجملہ دوستدارانش

## جناب گلِ محمد صاحب فیضی، ایڈیٹر ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور

آپ کا ماہنامہ "حق چار یار رض" موصول ہوا۔

عظمت و عصمت صحابہ رض کے دفاع کے لیے اور عوام کو ایرانی سازشوں سے خبردار کرنے کے لیے میدانِ صحافت میں کام کرنے کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ آپ نے اس طرف بھرپور قدم اٹھایا ہے۔ عوام اہلسنّت کا ایک بڑا طبقہ اپنے عقائد سے بڑی حد تک نابلد ہے اور بریلوی، دیوبندی نزاع نے بھی شیعہ تاریخ کو پھلنے پھولنے کا موقع اور فضا فراہم کی ہے۔ آپ کی سرپرستی حضرت مولانا قاضی مظہر حسین فرما رہے ہیں جو دیوبندی بریلوی اختلافات سے بالاتر ہو کر عجمی سازشوں کے خلاف جدوجہد کی شاندار روایات رکھتے ہیں اور ان کے گرامی قدر والد رحمۃ اللہ علیہ کو ہر طبقے میں احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اس لیے میری یہ توقع ہرگز بے جا نہیں کہ آپ صحابہ کرام رض کی وکالت اور دفاع کا فریضہ بحسن و خوبی ادا کر سکیں گے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے نیک مقاصد میں کامیاب و کامران کرے۔

## جناب مولانا حافظ عبدالقادر صاحب انور نمائندہ روزنامہ جنگ
## صدر کاروان اہل سنّت و سرپرست انجمن صحافیاں و پریس کلب پتوکی (قصور)

ماہنامہ "حق چار یار رض" دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ رسالہ کی عمدہ کتابت بہترین سرورق ظاہری خوشنمائی نیز مضامین کی معنوی دلکشی مختصر یہ کہ ہر لحاظ سے رسالہ کو معیاری پایا۔ حضرت قاضی صاحب کی زیرِ سرپرستی

اہلسنت کے حقوق کی حفاظت و وکالت کے مشن میں اللہ ربّ کریم آپ کو کامیاب فرمائیں اور اخلاص و ثابت قدمی کی دولت عطا فرمائیں۔ صحافت کے محاذ پر دشمنانِ صحابہؓ اور ملحد و بے دین گروہوں کے مسلط کردہ گھٹا ٹوپ اندھیروں میں آپ کی جرأت رندانہ قابلِ داد ہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

## جناب پروفیسر قاری عبداللطیف صاحب عثمانی لاہور

تحریک خدام اہلسنّت کے نام سے تو کافی عرصہ سے شناسائی ہے لیکن کبھی باضابطہ تعلق نہیں رہا۔ چند برس قبل رحمانپورہ لاہور میں حکیم منیر اقبال صاحب مالک مظہری دواخانہ (جو کہ اس تحریک کے انتہائی سرگرم اور مخلص کارکن ہیں) سے ملاقات ہوئی۔ ان کے پاس اس جماعت کا لٹریچر بھی پڑھنے کا اتفاق ہُوا۔ تحریک کے بانی و سربراہ محترم قاضی مظہر حسین صاحب لاہور تشریف لائے لیکن ملاقات کا شرف حاصل نہیں ہُوا، تاہم غائبانہ طور پر میں ان کا خلوصِ دل سے احترام کرتا ہوں۔ ان کی کئی تصانیف بھی پڑھنے کا اتفاق ہُوا ہے۔ یہ تمام کام دیکھ کر اندازہ ہونا مشکل ہے کہ قاضی صاحب کے دل میں صحابہ کرامؓ کا کس قدر احترام ہے۔ حبِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حبِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تو ہر شخص دعویٰ کرتا ہے لیکن اس کے تقاضوں پر پورا اُترنا اور اس کا عملی طور پر ثبوت دینا بڑا مشکل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قاضی صاحب صرف گفتار کے ہی نہیں بلکہ کردار کے بھی غازی ہیں۔

آپ کی ایک بات مجھے بے حد متاثر کرتی ہے کہ آپ اپنے کام میں نہ تو کسی مصلحت کو بروئے کار لاتے ہیں اور نہ ہی کوئی عصری تقاضا آپ کو اپنے مقصد سے پیچھے ہٹاتا ہے۔ آپ تمام شیعہ کو دشمنِ صحابہؓ خیال کرتے ہیں۔ ان کے لیے آپ اپنے دل میں کوئی نرم گوشہ نہیں رکھتے۔ آپ کے نزدیک دشمنِ صحابہؓ کے متعلق نرم گوشہ رکھنے والا قابلِ مذمت ہے جس کے لیے کبھی آپ نے اپنوں کو بھی نظرانداز نہیں کیا۔ ایرانی پیشوا کے مرنے پر جن لوگوں نے ان کو کسی بھی صورت میں خراجِ تحسین پیش کیا قاضی صاحب کی نظرِ عتاب سے محفوظ نہیں رہا۔ یہ قاضی صاحب کا جذبۂ حبِ رسول ؐ وصحابہؓ جنّت میں ان کے درجات کی بلندی کے لیے کافی ہے۔ اس تحریک کے ساتھ ابتدائی تعارف کے بعد میں محسوس کرتا رہا کہ اس عظیم پروگرام کی وسیع پیمانے پر تشہیر کے لیے کوئی معیاری رسالہ ہونا چاہیئے۔ حافظ محمد طیب صاحب نے اس طرف توجّہ دے کر یہ کمی پوری کر دی ہے۔ تحریک کے مخلص ساتھی

اور ہمارے محلے کی مسجد کے امام وخطیب جناب قاری محمد ابراہیم صاحب اعوان یہ رسالہ باقاعدگی سے مجھے پہنچاتے رہتے ہیں جس کے لیے میں ان کا شکر گزار ہوں۔

## جناب مولانا محمد حسین المنتظم خطیب جامع مسجد ختم نبوت، کوہ مری راولپنڈی

ماہنامہ "حق چاریار رض" لاہور کے دو شمارے مولوی محمود الرشید حدوٹی کے توسط سے وصول ہوئے پڑھ کر خوشی ہوئی۔ اس دورِ پرفتن میں کہ جب برائی ترقی پر ہے خصوصاً قادیانیت اور شیعیت کا دَوردورہ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام رض و اہلِ بیت عظام رض پر تنقید ہو رہی ہے بلکہ قرآن کریم اور اصولِ دین سے انکار ہو رہا ہے ایسے موقعہ پر اہلِ باطل کے ابطال کے لیے حق چاریار رض ایسے رسالے کا اجراء ازحد مناسب و مفید ہے۔

اللہ تعالےٰ نے اپنے عنایت خاصہ سے "حق چاریار" کو منتخب فرمالیا ہے اور اس کی مقبولیت میں بانی رسالہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ کے علمی مضامین سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اللہ ربّ العزت سے التجا ہے کہ وہ اس ماہنامہ کو قبولیت عام دے کر دشمنانِ اسلام کی سرکوبی کا ذریعہ اور اہلِ اسلام کی خوشنودی اور استحکام کا وسیلہ بنائے آمین۔

## جناب مولانا سید محمد معاویہ شاہ صاحب، مخدوم پور ملتان

الحمدللہ ماہنامہ "حق چاریار رض" حق وصداقت کی دنیا میں تشنگانِ حق کے لیے آبِ حیات ہے۔ ظاہر و باطن کے لحاظ سے بھی تمام کمالات سے آراستہ ہے

ع زہے معنیٰ زہے صورت زہے خوبی زہے خوبی

اس دورِ پرفتن میں بہت سے داعی الی الحق ہونے کے دعویدار راہِ حق و اعتدال سے دامن جھاڑ چکے ہیں

ے اے بسا ابلیس آدم روئے ہست پس بہر دستے نشاید داد دست

مگر حضرت اقدس قاضی صاحب مدظلہ غائبی تائیدِ حق اور باطنی انوارت کی بنا پر جوہر صدیقی رض، غیرتِ فاروقی رض، جذبہ ادیسیؓ دل میں لیے صراطِ مستقیم پر کھڑے بلا رہے ہیں

بندہ نے اپنے استاذ و مربی حضرت اقدس مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی (صدر مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور) سے بارہا سنا کہ حضرت قاضی صاحب اس وقت امام اہلسنت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کی مسند پر فائز ہیں متبعین غیر سبیل المومنین کے گھروں میں صفِ ماتم ہے ہمیشہ چور چاند کا دشمن ہی ہوتا ہے۔ بخدا جس پر حضرت مدنی رح جیسی عظیم شخصیت کو اعتماد تھا۔ ہمیں بھی ان کے طرز عمل سے مکمل اتفاق ہے۔ پاکستان میں بزمِ مدنیؒ کا یہ آخری چراغ شانِ مجددیت کا حامل ہے

؎ کہیں مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان اہلِ حق کے طفیل اپنی رضائے عالی سے سرفراز فرمادیں آمین بجاہ مربی الخلفاء الراشدین المہدیین

## جناب عبدالحمید صاحب زیدی (طالب علم) راولپنڈی

آپ کا انتہائی قیمتی اور انمول رسالہ "ماہنامہ حق چار یارؓ" ماہِ اگست پڑھنے کا اتفاق ہوا جسے پڑھ کر اس بات پر فخر محسوس ہوا کہ مادہ پرستی کے اس دَور میں بھی اصحابِ رسولؐ کی عظمت و بزرگی کا علم بلند کرنے والے آپ جیسے مخلص لوگ موجود ہیں۔ آپ کی محنت، بزرگوں کی دعاؤں اور نوجوانوں کے تعاون سے انشاء اللہ پوری دنیا میں بالعموم اور پاکستان میں بالخصوص نظامِ خلافتِ راشدہ نافذ ہو کر رہے گا۔

متذکرہ شمارے میں حکومت کی ہٹ دھرمی اور ایک باطل اقلیت کی حکومتی سرپرستی کے بارے میں پڑھ کر انتہائی دُکھ ہوا۔ میں اپنے تمام ساتھیوں سمیت حکومت کے غیر منصفانہ رویّے کی شدید مذمت کرتا ہوں اور ساتھ ہی حکومت سے مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ سنّی مسلمانوں کے حقوق و مفادات کا تحفظ کرتے ہوئے ان کے جائز مطالبات تسلیم کرے اور پاکستان میں بلا تاخیر "فقہ حنفی" نافذ کرے۔ ماہنامہ "حق چار یارؓ" کی مذہبی اور دینی اہمیت کے پیشِ نظر میں اس کا باقاعدہ خریدار بننے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ میرے تمام دوست بھی ہر ممکن تعاون کریں گے انشاء اللہ۔

---

جس نے لوگوں کا شکر ادا نہ کیا اس نے گویا خدا کا شکر ادا نہ کیا۔ الحدیث

جناب پروفیسر بشیر احمد بشر (بھکر)

دستورِ نگاہِ اہلِ نظر، صدیقؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ
ہیں عکسِ جمالِ پیغمبرؐ، صدیقؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ

جو اِن کا پیروکار ہُوا، وہ جنّت کا حقدار ہُوا
سچّے مرشد، سچّے رہبر، صدیقؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ

وہ سرورِ دیں کے یار ہوئے، ایماں ان کے معیار ہوئے
بے داغ صداقت کے مظہر، صدیقؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ

ظاہر جو عرب میں نورؐ ہُوا۔ اللہ کو یہ منظور ہُوا
تقسیم کریں اس کو گھر گھر، صدیقؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ

انساں کبھی گمراہ نہ ہو دل میں شیطاں کی چاہ نہ ہو
ہو نقش جو اس کے سینے پر، صدیقؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ

ہے ان پر تیرا فخر بجا، ان سے تیرا گلزار سجا
اسلام، ترا دل کش منظر، صدیقؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ

چاروں ہیں خدا کے خاص ولی، چاروں ہیں عروجِ عشقِ نبیؐ
چاروں ہیں وقارِ نوعِ بشر، صدیقؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ

(بشکریہ ماہنامہ مناقب بھکر، ذی قعدہ ١٤٠٩ھ)

# خدّامِ اہلِ سنّت میدانِ عمل میں

**قائدِ اہلِ سنّت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہٗ**

خدّامِ اہلِ سُنّت ہیں ہم سُنّت کو پھیلائیں گے
ہم اللہ واحد کے بندے توحید کی شمع جلائیں گے

ہم شاہِ رُسلؐ کی اُمّت ہیں جن پہ ہے نبوّت ختم ہوئی
ہم مُنکرِ ختمِ نبوّت کو بس کافر ہی ٹھہرائیں گے

یہ ساقیٔ کوثرؐ، شافعِ محشر، جانِ جہاں، محبوبِ خدا
ہم ختمِ نبوّت کی خاطر ہر باطل سے ٹکرائیں گے

اصحابِ نبیؐ، ازواجِ نبیؐ اور آلِ نبیؐ پر ہم قرباں
بوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ کی شانیں ہم سمجھائیں گے

یہ چاروں خلیفہ برحق ہیں اور حسنؓ حسینؓ بھی ہیں پیارے
جنّت کے جوانوں کے سیّدؓ ہم ان کی راہ دکھلائیں گے

سب یارِ نبیؐ کے پیارے ہیں اور دین کے روشن تارے ہیں
یہ سب حق کے چمکتے ہیں ہر جا یہ چمک دکھلائیں گے

فرمانِ رسولِ اکرمؐ ہے مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ
میرے اور میرے صحابہؓ کے پیرو ہی جنّت جائیں گے

قرآن کا جلوہ سُنّت میں اور سُنّت کا ہے صحابہؓ میں
ہم ان کی تابعداری میں باطل سے خوف نہ کھائیں گے

اے مسلم تُو مایوس نہ ہو، رکھ سچّے خدا پر اپنا یقیں
اسلام تو دینِ فطرت ہے ہم فطرت ہی منوائیں گے

مزدور و کساں حیراں ہیں کیوں، اسلام سراسر رحمت ہے
قرآن کے سایہ میں رہ کر ہم آزادی دلوائیں گے

اسلام ہے دیں اس خالق کا، انسان کو جس نے پیدا کیا
ہر ذرّہ ذرّہ پیدا کیا ہم اُس کی حمد سُنائیں گے

یہ دُنیا عالمِ فانی ہے سب خلقت آنی جانی ہے
ازلی اَبَدی ہے ہمارا خدا ہم اس کا حکم چلائیں گے

تھا پاکستان کا مطلب کیا بس لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
میدانِ عمل میں آ کر ہم یہ مطلب حل کرائیں گے

اے پاکستان کے باشندو! آئینِ شریعت لازم ہے
ہم مسلم ہیں اللہ کے لیے اسلام کا ڈنکا بجائیں گے

خدّامِ اہلِ سُنّت کا ہے مظہر بھی ادنیٰ خادم
ہم دین کی خاطر اِنْ شَآءَ اللّٰه پرچمِ حق لہرائیں گے

الٰہی اس پہ اور اس کی تمام آل پہ بھیج
وہ رحمتیں کہ عدو کر سکے نہ ان کا شمار